INDIA OFFICE
24 AUG 1911
LIBRARY
9.0.122
(5)

از قوم مرمت شناسے سخن ✦ روزے بگریہ یاد کند وقت خوش مرا

برسنگ می کند اثر این منطقم اگر
بے بہرہ این کسان ز کلام مؤثرم

الحمد للہ والمنۃ کہ

دُرِّ ثمین اُردو

جسمیں

خاتم الخلفاء۔ سید الاولیاء۔ جری اللہ فی حلل الانبیاء حضرت
مسیح موعود میرزا غلام احمد علیہ التحیۃ والثناء کی وہ اردو نظمیں درج ہیں
جو یوم الوصال تک حضور مغفور نے مختلف تصانیف میں درج فرمائیں

اگست سنہ ۱۹۱۰ء مطابق شعبان المعظم سنہ ۱۳۲۸ھ

ملنے کا پتہ۔ بدر بک ایجنسی قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

قیمت ۳ر .... تعداد اشاعت ۱۰۰۰

میاں معراج الدین عمر پرنٹر۔ (ریویو پریس قادیان) بار اول

2 P.44

دس شرائط بیعت

اوّل. بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آیندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہیگا

دوم۔ یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بد نظری اور فسق و فجور اور ظلم و خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہیگا۔ اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہ ہوگا۔ اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم۔ یہ کہ بلاناغہ پنجوقت نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہیگا۔ اور حتے الوسع نماز تہجد کے پڑہنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کریگا۔ اور دلی محبت سے اللہ تعالےٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو ہر روز اپنا ورد بنائیگا۔

چہارم۔ یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہ دے گا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

قرآن کریم کی مدح میں عاشقانہ ترانہ

جمال و حسنِ قرآن نورِ جانِ ہر مسلمان ہے
نظیر اسکی نہیں جمتی نظر میں غور کر دیکھا
بہارِ جاوداں پیدا ہی اسکی ہر عبارت میں
کلامِ پاک یزداں کا نہیں ثانی کوئی ہرگز
خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو
ملائک جسکی حضرت میں ہیں اقرارِ لا علمی
بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز

قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآن ہے
بھلا کیونکر نہو یکتا کلام پاکِ رحمان ہے
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستان ہے
اگر لولوئے عمان ہے دگر لعلِ بدخشاں ہے
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے
سخن میں اسکے ہمتائی کہاں مقدورِ انسان ہے
تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اسق آساں ہے

اے لوگو اگر دیکھو پاس شان کبریائی کا
زباں کو تھام لو اب بھی اگر کچھ بوئے ایماں ہے

خدا سے غیر کو ہمتا بنانا سخت کفراں ہے
خدا سے کچھ ڈرو یارو یہ کیسا کذب و بہتاں ہے

اگر اقرار ہی تمکو خدا کی ذات واحد کا
تو پھر کیوں اس قدر دل میں ترے شرک پنہاں ہے

یہ کیسے پڑ گئے دل پر تمہارے جہل کے پردے
خطا کرتے ہو باز آؤ اگر کچھ خوف یزداں ہے

ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل و جاں اس پہ قرباں ہے

دیگر

نور فرقاں ہی جو سب نوروں سے اجلا نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا

حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودہ
ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نکلا

یا الٰہی ترا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اسمیں مہیا نکلا

سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں
مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا

کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ
وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا

پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا ہی فرقاں
پھر جو سوچا تو ہر اک لفظ مسیحا نکلا

ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور
ایسا چمکا ہے کہ صد نیر بیضا نکلا

زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اس دنیا میں
جن کا اس نور کے ہوتے بھی دل اعمیٰ نکلا

جلنے سے آگے ہی یہ لوگ تو جل جاتے ہیں
جن کی ہر بات فقط جھوٹ کا پتلا نکلا

قرآن کریم کی عظمت اور عیسائیوں کو دعوت

آؤ! عیسائیو!! ادھر آؤ!!!
نورِ حق دیکھو راہِ حق پاؤ

جس قدر خوبیاں ہیں قرآں میں
کہیں انجیل میں ہیں تو دکھلاؤ

سر بہ خالق ہے اسکو یاد کرو
یوُں ہی مخلوق کو نہ بہکاؤ

کب تلک جھوٹ سے کروگے پیار
کچھ تو سچ کو بھی کام فرماؤ

کچھ تو خوفِ خدا کرو لوگو!
کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ

عیش دنیا سدا نہیں پیارو
اس جہاں کو بقا نہیں پیارو

یہ تو رہنے کی جا نہیں پیارو
کوئی اس میں رہا نہیں پیارو

اس خرابہ میں کیوں لگاؤ دل
ہاتھ سے اپنے کیوں جلاؤ دل

کیوں نہیں تم کو دینِ حق کا خیال
ہائے سَو سَو اُٹھے ہے دل میں اوبال

کیوں نہیں دیکھتے طریقِ صواب
کس بلا کا پڑا ہے دل پہ حجاب

اسقدر کیوں ہے کبر استکبار
کیوں خدا یاد سے گیا یکبار

تم نے حق کو بھلا دیا ہیہات
دل کو پتھر بنا دیا ہیہات

اے عزیزو سنو کہ بے قرآں
حق کو ملتا نہیں کبھی انسان

جن کو اس نور کی خبر ہی نہیں
اُن پہ اس یار کی نظر ہی نہیں

ہے یہ فرقاں میں اک عجیب اثر
کہ بتاتا ہے عاشقِ دلبر

جس کا ہے نام قادرِ اکبر
اس کی ہستی سے دی ہے پختہ خبر

کوئے دلبر میں کھینچ لاتا ہے
پھر تو کیا کیا نشاں دکھاتا ہے

دل میں ہر وقت نور بھرتا ہے
سینہ کو خوب صاف کرتا ہے

اس کے اوصاف کیا کروں میں بیاں
وہ تو دیتا ہے جان کو اَدراکِ جاں

وہ تو چمکا ہے نیّرِ اکبر
اس سے انکار ہو سکے کیونکر

وہ ہمیں دلستاں تلک لایا
اس کے پانے سے یار کو پایا

بحرِ حکمت ہے وہ کلام تمام
عشقِ حق کا پلا رہا ہے جام

بات جب اس کی یاد آتی ہے
یاد سے ساری خلق جاتی ہے

سینہ میں نقشِ حق جماتی ہے
دل سے غیرِ خدا اٹھاتی ہے

دردمندوں کی ہے دوا وہی ایک
ہے خدا سے خدانما وہی ایک

ہم نے پایا خورِ ہدیٰ وہی ایک
ہم نے دیکھا ہے دلربا وہی ایک

اس کے منکر جو بات کہتے ہیں
یوں ہی اک واہیات کہتے ہیں

بات جب ہو کہ میرے پاس آویں
میرے مونہہ پہ وہ بات کہہ جاویں

مجھ سے اس گلستاں کا حال سنیں۔
آنکھ پھوٹی تو خیر۔ کان سہی

مجھ سے وہ صورتِ جمال سنیں
نہ سہی۔ یوں ہی امتحان سہی

الہامی شعر

قادر کے کاروبار نمودار ہو گئے
کافر جو کہتے تھے وہ نگونسار ہو گئے

کافر جو کہتے تھے وہ گرفتار ہو گئے
جتنے تھے سب کے سب ہی گرفتار ہو گئے

فتح اسلام صفحہ ٹائیٹل

کیا شک ہے ماننے میں تمہیں اس مسیح کے
حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب

جس کی مماثلت کو خدا نے بتا دیا
خوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا

ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۵

جو ہمارا تھا وہ اب دلبر کا سارا ہو گیا
شکر للہ مل گیا ہم کو وہ لعل بے بدل

آج ہم دلبر کے اور دلبر ہمارا ہو گیا
کیا ہوا اگر قوم کا دل سنگ خارا ہو گیا

ازالہ اوہام صفحہ ۷۶۴

کیوں نہیں لوگو تمہیں حق کا خیال
ابن مریم مر گیا حق کی قسم
مارتا ہے اُس کو فرقاں سر بسر

دل میں اُٹھتا ہے مرے سو سو اُبال
داخلِ جنت ہوا وہ محترم
اس کے مر جانے کی دیتا ہے خبر

وہ نہیں باہر رہا اموات سے
ہو گیا ثابت یہ تیس آیات سے

کوئی مردوں سے کبھی آیا نہیں
یہ تو فرقاں نے بھی بتلایا نہیں

عہد شد از کردگارِ بے چگوں
غور کن در اَنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْن

اے عزیزو سوچ کر دیکھو ذرا
موت سے بچتا کوئی دیکھا بھلا

یہ تو رہنے کا نہیں پیارو مکان
چل بسے سب انبیاؑ و راستان

ہاں نہیں پاتا کوئی اس سے نجات
یوں ہی باتیں ہیں بنائیں واہیات

کیوں تمہیں انکار پر اصرار ہے
ہے یہ دیں یا سیرتِ کفّار ہے

برخلافِ نصّ یہ کیا جوش ہے
سوچ کر دیکھو اگر کچھ ہوش ہے

کیوں بنایا ابن مریمؑ کو خدا
سنّت اللہ سے وہ کیوں باہر رہا

کیوں بنایا اس کو باشانِ کبیر
غیب دان و خالق و حیّ و قدیر

مر گئے سب پر وہ مرنے سے بچا
اب تلک آئی نہیں اس پر فنا

ہے وہی اکثر پرندوں کا خدا
اس خدا دانی پہ تیرے مرحبا

مولوی صاحب یہی توحید ہے
سچ کہو کس دیو کی تقلید ہے

کیا یہی توحیدِ حق کا راز تھا
جس پہ برسوں سے تمہیں اک ناز تھا

کیا بشر میں ہے خدائی کا نشان
الاماں ایسے گماں سے الاماں

ہے تعجب آپ کے اس جوش پر — فہم پر اور عقل پر اور ہوش پر
کیوں نظر آتا نہیں راہِ صواب — پڑ گئے کیسے یہ آنکھوں پر حجاب
کیا یہی تعلیمِ فرقاں ہے بھلا — کچھ تو آخر چاہیئے خوف خدا
مومنوں پر کفر کا کرنا گمان — ہے یہ کیا ایمانداروں کا نشاں
ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین — دل سے ہیں خدام ختم المرسلین
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں — خاک راہِ احمدؐ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے — جان و دل اس راہ پر قربان ہے
دے چکے دل اب تنِ خاکی رہا — ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فدا
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب — کیوں نہیں لوگو تمہیں خوف عقاب
سخت شورے اوفتاد اندر زمیں — رحم کن بر خلق اے جاں آفریں
کچھ نمونہ اپنی قدرت کا دکھا — تجھ کو سب قدرت ہی اے رب الورا

آسمانی فیصلہ صفحہ ۱۸

اک کرشمہ اپنی قدرت کا دکھا — تجھ کو سب قدرت ہے اے رب الورا
حق پرستی کا مٹا جاتا ہے نام — اک نشان دکھلا کہ ہو حجت تمام
خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار — جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اُس پر نثار

ثمین

اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب | کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اسے دے چکے مال و جاں بار بار | ابھی خوف دل میں کہیں ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے | وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

آئینہ کمالات صفحہ ۲۲۴

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے | کوئی دیں دینِ محمد سا نہ پایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے | یہ ثمر باغِ محمد سے ہی کھایا ہم نے
ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا | نور ہے نور اُٹھو دیکھو سنایا ہم نے
اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا | کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے
تھک گئے ہم تو انہیں باتوں کو کہتے کہتے | ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے
آزمائش کیلئے کوئی نہ آیا ہر چند | ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے
یونہی غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں | وہ نہیں جاگتے سو بار جگایا ہم نے
جل رہے ہیں یہ سبھی بغضوں میں اور کینوں میں | باز آتے نہیں ہر چند ہٹایا ہم نے
آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے | لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے
آج اُن نوروں کا اک زور ہے اس عاجز میں | دل کو اُن نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے
جب سے یہ نور ملا نورِ پیمبر سے ہمیں | ذات سے حق کی وجود اپنا ملایا ہم نے

مصطفےٰ پر ترا بیحد ہو سلام اور رحمت
اُس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے

ربط ہے جانِ محمد سے مری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب سے پلایا ہم نے

اس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں
لاجرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے

مورد قہر ہوئے انکی میں اغیار کے ہم
جب سے عشق اُسکا تہِ دل میں بٹھایا ہم نے

زعم میں انکے مسیحائی کا دعویٰ میرا
افترا ہے جسے از خود ہی بنایا ہم نے

کافر و ملحد و دجّال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غمِ ملّت میں رکھایا ہم نے

گالیاں سُن کے دعا دیتا ہوں اُن لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نی

تیری اُلفت سے ہی معمور میرا ہر ذرّہ
اپنے سینے میں یہ اک شہر بسایا ہم نے

صفِ دشمن کو کیا ہم نے بحجّت پامال
سیف کا کام قلم سے ہے دکھایا ہم نے

نور دکھلا کے ترا سب کو کیا ملزم خوار
سب کا دل آتشِ سوزاں میں جلایا ہم نی

نقش ہستی تری اُلفت سے مٹایا ہم نے
اپنا ہر ذرہ تری رہ میں اُڑایا ہم نے

تیرا میخانہ جو اک مرجع عالم دیکھا
خم کا خم مُنہ سے بصد حرص لگایا ہم نے

شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے
تیرے پانے سے ہی اُس ذات کو پایا ہم نے

چھوکے دامن ترا ہر دام سے ملتی ہے نجات
لاجرم در پہ ترے سر کو جھکایا ہم نے

دلبرا مجھکو قسم ہے تری یکتائی کی — آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہم نے

بخدا دل سے مرے مٹ گئے سب غیروں کے نقش — جب سے دل میں یہ ترا نقش جمایا ہم نے

دیکھ کر تجھکو عجب نور کا جلوہ دیکھا — نور سے تیرے شیاطین کو جلایا ہم نے

ہم ہوئے خیر اُمم تجھ سے ہی اے خیر رسلؐ — تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام — مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے

قوم کے ظلم سے تنگ آکے مرے پیارے آج — شورِ محشر ترے کوچہ میں مچایا ہم نے

نصیحت

براہین احمدیہ صفحہ ۱۲۸

یارو خودی سے باز بھی آؤ گے یا نہیں — خو اپنی پاک صاف بناؤ گے یا نہیں

باطل سے میل دل کی ہٹاؤ گے یا نہیں — حق کی طرف رجوع بھی لاؤ گے یا نہیں

کب تک رہو گے ضد و تعصب میں ڈوبتے — آخر قدم بصدق اٹھاؤ گے یا نہیں

کیونکر کرو گے رد جو محقق ہے ایک بات — کچھ ہوش کر کے عذر سناؤ گے یا نہیں

سچ سچ کہو اگر نہ بنا تم سے کچھ جواب — پھر بھی یہ منہ جہاں کو دکھاؤ گے یا نہیں

براہین احمدیہ صفحہ ۱۱۴

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے	جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے
وہ بنتی ہے ہوا اور ہر خس رہ کو اڑاتی ہے	وہ ہو جاتی ہے آگ اور ہر مخالف کو جلاتی ہے
کبھی وہ خاک ہو کر دشمنوں کے سر پہ پڑتی ہے	کبھی ہو کر وہ پانی ان پہ اک طوفان لاتی ہے
غرض رکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے	بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

براہین احمدیہ صفحہ ۴۰۱

نہیں محصور ہرگز راستہ قدرت نمائی کا	خدا کی قدرتوں کا حصر دعویٰ ہے خدائی کا

آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۸۱

پیشگوئی کا جب انجام ہویدا ہوگا	قدرت حق کا عجب ایک تماشا ہوگا
جھوٹ اور سچ میں جو ہے فرق وہ پیدا ہوگا	کوئی پا جائیگا عزت کوئی رسوا ہوگا

سرمہ چشم آریہ صفحہ ۴

کس قدر ظاہر ہے نور اس مبدء الانوار کا	بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا
چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بیکل ہوگیا	کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمال یار کا
اس بہار حسن کا دل میں ہمارے جوش ہے	مت کرو کچھ ذکر ہم سے ترک یا تاتار کا
ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف	جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا
چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں	ہر ستارے میں تماشا ہے تری چمکار کا

تو نے خود روح نہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک ‏— اس سے ہے شور محبت عاشقان زار کا
کیا عجب تو نے ہر اک ذرہ میں رکھے ہیں خواص ‏— کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر ان اسرار کا
تیری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں ‏— کس سے کھل سکتا ہے پیچ اس عقدۂ دشوار کا
خوبرویوں میں ملاحت ہے ترے اس حسن کی ‏— ہر گل و گلشن میں ہے رنگ اس ترے گلزار کا
چشم مست ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے ‏— ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا
آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب ‏— ورنہ تھا قبلہ ترا رخ کافر و دیندار کا
ہیں تری پیاری نگاہیں دلبرا اک تیغ تیز ‏— جس سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غم اغیار کا
تیرے ملنے کیلئے ہم مل گئے ہیں خاک میں ‏— تا مگر درماں ہو کچھ اس ہجر کے آزار کا
ایکدم بھی کل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا ‏— جاں گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا
شور کیسا ہے ترے کوچہ میں جلدی لے خبر ‏— خون نہ ہو جاوے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

محمود کی آمین

حمد و ثنا اسی کو جو ذات جاودانی ‏— ہمسر نہیں ہے اسکا کوئی نہ کوئی ثانی
باقی وہی ہمیشہ غیر اسکے سب ہیں فانی ‏— غیروں سے دل لگانا جھوٹی ہے سب کہانی
سب غیر ہیں وہی ہے اک دل کا یار جانی ‏— دلمیں مرے یہی ہے سبحان من یرانی

ہے پاک قدرت عظمت ہے اسکی عظمت
ہے عام اسکی رحمت کیونکر ہو نہ گر نعمت
غیروں سے کرنا الفت کب چاہے اسکی غیرت
جو کچھ ہے ہمیں راحت سب اسکی جود و منت
بہتر ہے اسکی طاعت ہے اس میں سعادت
سب کا وہی سہارا رحمت ہے آشکارا
اسمیں نہیں گذارا غیر اسکے جھوٹ سارا
یارب ہے تیرا احساں ہیں تیرے در پہ قربان
تیرا کرم ہے ہر آں تو ہے رحیم رحماں
کیونکر ہو شکر تیرا تیرا ہے جو ہے میرا
جب تیرا نور آیا جاتا رہا اندھیرا
تو نے یہ دن دکھایا محمود پڑھ کے آیا
صد شکر ہے خدایا صد شکر ہے خدایا
ہو شکر تیرا کیونکر اے میرے بندہ پرور
تیرا ہوں میں سراسر تو میرا رب اکبر

لرزاں ہیں اہل قربت کروبیوں پہ ہیبت
ہم سب ہیں اسکی صنعت اس سے کرو محبت
یہ روز کر مبارک سُبحان مَن یَرانی
اس سے ہے دل کی بیعت دیکھی ہے اسکی عظمت
یہ روز کر مبارک سُبحان مَن یَرانی
ہمکو وہی پیارا دلبر وہی ہمارا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
تو نے دیا ہے ایمان تو ہر زماں نگہبان
یہ روز کر مبارک سُبحان مَن یَرانی
تو نے ہر اک کرم سے گھر بھر دیا ہے میرا
یہ روز کر مبارک سُبحان مَن یَرانی
دل دیکھ کر یہ احساں تیری ثنا میں گایا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
تو نے مجھے دئے ہیں یہ تین تیرے چاکر
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

ہے آج ختم قرآن نکلے ہیں دل کے ارماں
اے میرے رب محسن کیونکر ہو شکر احساں

تیرا یہ سب کرم ہے تو رحمت اتم ہے
تیرا ہو نہیں ہمیشہ جبتک کہ دم میں دم ہے

اے قادر توانا آفات سے بچانا
غیروں سے دل غنی ہے جیسے کہ تجھ کو جانا

اختر کو میرے پیارے اکدم نہ دور کرنا
واللہ خوشی سے بہتر غم سے ترے گذرنا

سب کام تو بنائے لڑکے بھی تجھ سے پائے
تو نے ہی میرے جانی خوشیوں کے دن دکھائے

یہ تین جو پسر ہیں تجھ سے ہی یہ ثمر ہیں
تو سچے دعا دل والا منگ کہاں کدھر ہیں

کر انکو نیک قسمت دے انکو دین دولت
دے رشد اور ہدایت اور عمر اور عزت

اے میرے بندہ پرور کر انکو نیک اختر

تو نے دکھایا یہ دن ہیں تیرے سنہ کے قربان
یہ روز کر مبارک سُبحان مَن یَرانی

کیونکر ہو حمد تیری کب طاقت قلم ہے
یہ روز کر مبارک سُبحان مَن یَرانی

ہم تیرے در پہ آئے ہم نے ہے تجھکو مانا
یہ روز کر مبارک سُبحان مَن یَرانی

بہتر ہے زندگی سے تیرے حضور مرنا
یہ روز کر مبارک سُبحان مَن یَرانی

سب کچھ تری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائی
یہ روز کر مبارک سُبحان مَن یَرانی

یہ میرے بادو پہر ہیں تیرے غلام رہیں
یہ روز کر مبارک سُبحان مَن یَرانی

کر انکی خود حفاظت ہو انپہ تیری رحمت
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

رتبہ میں ہوں ترقی برتاؤ بخش تاج و افسر

تو ہے ہمارا رہبر تیرا نہیں ہے ہمسر
شیطان سے دور رکھیو اپنے حضور رکھیو
ان پر ہیں تیرے قربان رحمت ضرور رکھیو
میری دعائیں ساری کریو قبول باری
ہم تیرے در پہ آئے لیکر امید بھاری
لخت جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا
دن ہوں مرادوں والے پُر نور ہو سویرا
اسکے ہیں دو برادر ان کو بھی رکھیو خوشتر
کر فضل سب پہ یکسر رحمت سے کر معطر
یہ تینوں تیرے بندے رکھیو نہ انکو گندے
چنگے رہیں ہمیشہ کریو نہ ان کو مندے
اے میرے دل کے پیارے اے مہرباں ہمارے
یہ فضل کر کہ ہو دیں نیکو گہر یہ سارے
اے میری جان کے جانی اے شاہ دو جہانی
دے بخت جاودانی اور فیض آسمانی

یہ روز کر مبارک سُبحان مَن یَرانِی
جان و تن نور رکھیو دل پُر سرور رکھیو
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
میں جاؤں تیرے واری کر تو مدد ہماری
یہ روز کر مبارک سُبحَان مَن یَرانِی
دے اسکو عمر و دولت کر دور ہر اندھیرا
یہ روز کر مبارک سُبحان مَن یَرانِی
نیز البشیر احمد تیرا شریف اصغر
یہ روز کر مبارک سُبحان مَن یَرانِی
کر ان سے دور یارب دنیا کے سارے پھندے
یہ روز کر مبارک سُبحان مَن یَرانی
کر ان کے نام روشن جیسے کہ ہیں ستارے
یہ روز کر مبارک سبحان من یَرانی
کر ایسی مہربانی ان کا نہ ہووے ثانی
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

سن میرے پیارے باری میری دعائیں ساری
اپنی پناہ میں رکھیو سن کر یہ میری زاری
اے واحد و یگانہ اے خالق زمانہ
تیرے سپرد تینوں ہیں کے قمر بنانا
فکروں سے دل حزیں ہے جاں درد سے قریں ہے
ہر غم سے دور رکھنا تو رب عالمیں ہے
اقبال کو بڑھانا اب فضل لے کے آنا
خود میرے کام کرنا یارب نہ آزمانا
یہ تینوں تیرے چاکر ہو دیں جہاں کے رہبر
یہ مرجع شہاں ہوں یہ ہو دیں مہر انور
اہل وقار ہو دیں فخر دیار ہو دیں
با برگ و بار ہو دیں اک سے ہزار ہو دیں
تو ہے جو پالتا ہے ہر دم سنبھالتا ہے
کرتا ہے پاک دل کو حق دل میں ڈالتا ہے
تو نے سکھایا فرقاں جو ہے مدار ایماں

رحمت سے ان کو رکھنا میں تیرے منہ کے واری
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
میری دعائیں سن لے اور عرض چاکرانہ
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
جو صبر کی تھی طاقت اب مجھ میں وہ نہیں ہے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
ہر رنج سے بچانا دکھ درد سے چھڑانا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
یہ ہادیٔ جہاں ہوں یہ ہو دیں نور یکسر
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
حق پر نثار ہو دیں مولیٰ کے یار ہو دیں
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
غم سے نکالتا ہے دردوں کو ٹالتا ہے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
جس سے ملی ہے عرفاں اور دور ہووے شیطاں

یہ سب ہے تیرا احساں تجھ پہ نثار ہو جاں
تیرا نبی جو آیا اس نے خدا دکھایا
حق کی طرف بلایا مل کر خدا ملایا
قرباں ہیں تجھ پہ سارے جو ہیں مرے پیارے
دل خوں ہے ہیں غم سے ہارے کشتی لگا کنارے
اس دل میں تیرا گھر ہے تیری طرف نظر ہے
تجھ پر مرا توکل در پہ ترے یہ سر ہے
جب تجھ سے دل لگایا سو سو ہی غم اٹھایا
پر شکر اے خدایا جاں کھو کے تجھکو پایا
دیکھا ہے تیرا منہ جب چمکا ہے ہم پہ کوکب
تیرے کرم سے یا رب میرا بر آیا مطلب
احباب سارے آئے تو نے یہ دن دکھائے
یہ دن چڑھا مبارک مقصود جس میں پائے
مہماں جو کر کے الفت آئے بصد محبت
پر دل کو پہنچے غم جب یاد آئے وقت رخصت

یہ روز کر مبارک سُبحان مَن یَرانی
دین قویم لایا بدعات کو مٹایا
یہ روز کر مبارک سُبحان مَن یَرانی
احساں ہیں تیرے بھارے گن گن کے ہم تو ہارے
یہ روز کر مبارک سُبحان مَن یَرانی
تجھ سے ہوں میں منوّر میرا تو تو قمر ہے
یہ روز کر مبارک سُبحان مَن یَرانی
تن خاک میں ملایا جاں پر وبال آیا
یہ روز کر مبارک سُبحان مَن یَرانی
مقصود مل گیا سب ہے جام اب لبالب
یہ روز کر مبارک سُبحان مَن یَرانی
تیرے کرم نے پیارے یہ مہرباں بلائے
یہ روز کر مبارک سُبحان مَن یَرانی
دل کو ہوئی ہے فرحت اور جاں کو میری راحت
یہ روز کر مبارک سُبحان مَن یَرانی

دنیا بھی اک سرا ہے بچھڑیگا جو ملا ہے
گر سو برس رہا ہے آخر کو پھر جدا ہے
شکوہ کی کچھ نہیں جا یہ گھر ہی بے بقا ہے
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

اے دوستو پیارو عقبیٰ کو مت بسارو
کچھ زاد راہ لے لو کچھ کام میں گذارو
دُنیا ہے جائے فانی دل سے اسے اُتارو
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

جی مت لگاؤ اس سے دل کو چھڑاؤ اس سے
رغبت ہٹاؤ اس سے بس دُور جاؤ اس سے
یارو یہ اژدہا ہے جاں کو بچاؤ اس سے
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

قرآں کتاب رحماں سکھلائے راہ عرفاں
جو اُسکے پڑھنے والے انپر خدا کے فیضاں
اُن پر خدا کی رحمت جو اُس پہ لائے ایماں
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

ہے چشمۂ ہدایت جسکو ہو یہ عنایت
یہ ہیں خدا کی باتیں انسے ملے ولایت
یہ نور دل کو بخشے دلمیں کرے سرایت
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

قرآں کو یاد رکھنا پاک اعتقاد رکھنا
فکر معاد رکھنا پاس اپنے زاد رکھنا
اکسیر ہے پیارے صدق و سداد رکھنا
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

بشیر احمد شریف احمد مبارکہ کی آمین

خدایا۔ اے میرے پیارے خدایا
یہ کیسے ہیں تیرے مجھ پر عطایا

کہ تونے پھر مجھے یہ دن دکھایا
کہ بیٹا دوسرا بھی پڑھ کے آیا

بشیر احمد جسے تونے پڑھایا
شفا دی آنکھ کو بینا بنایا

شریف احمد کو بھی یہ پھل کھلایا
کہ اس کو تونے خود فرقاں سکھایا

یہ چھوٹی عمر پر جب آزمایا
کلامِ حق کو ہے فر فر سُنایا

برس میں ساتویں جب پیر آیا
تو سر پر تاج قرآن کا سجایا

ترے احسان ہیں اے رب البرایا
مبارک کو بھی تونے پھر جِلایا

جب اپنے پاس اِک لڑکا بلایا
تو دے کر چار جلدی سے ہنسایا

غموں کا ایک دن اور چار شادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

اور ان کے ساتھ کی ہے یک دختر
ہے کچھ کم پانچ کی وہ نیک اختر

کلام اللہ کو پڑھتی ہے فر فر
خدا کا فضل اور رحمت سراسر

ہُوا اک خواب میں مجھ پر یہ اظہر
کہ اس کو بھی ملیگا بخت برتر

لقب عزت کا پا دے وہ مقرر
یہی روزِ ازل سے ہے مقدر

خدا نے چار لڑکے اور یہ دُختر
عطا کی پس یہ احساں ہے سراسر

یہ کیا احسان ترا ہے بندہ پرور
کروں کس منہ سے شکر اے میرے داور

اگر ہر بال ہو جائے سخن ور
کریں یا دور کر توان سے ہر شر
پڑھایا جس نے اُس پہ بھی کرم کر
تو پھر بھی شکر ہے امکاں سے باہر
رحیما نیک کر اور پھر معمر
جتا دے دین اور دنیا میں بہتر

رہِ تعلیم اک تو نے بتا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

دیئے ہیں تو نے مجھ کو چار فرزند
بنا ان کو نکوکار و خردمند
ہدایت کر انہیں میرے خداوند
تو خود کر پرورش اے میرے اخوند
اگرچہ مجھ کو بس تجھ سے ہے پیوند
کرم سے اُن پہ کر راہِ بدی بند
کہ بے توفیق کام آوے نہ کچھ پند
وہ تیرے ہیں ہماری عمر تا چند

یہ سب تیرا کرم ہے میرے ہادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

میرے مولا میری یہ اک دعا ہے
وہ دے مجھ کو جو اس دل میں بھرا ہے
میری اولاد جو تیری عطا ہے
تیری قدرت کے آگے روک کیا ہے
تیری درگاہ میں عجز و بکا ہے
زباں چلتی نہیں شرم و حیا ہے
ہر اک کو دیکھ لوں وہ پارسا ہے
وہ سب دے انکو جو مجھکو دیا ہے

عجب محسن ہے تو بحر الایادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

نجات ان کو عطا کر گندگی سے
رہیں خوش حال اور فرخندگی سے
بہات انکو عطا کر بندگی سے
بچانا اے خدا بد زندگی سے

وہ ہوں میری طرح دیں کے منادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

عیاں کر ان کی پیشانی پہ اقبال
بچانا ان کو ہر غم سے بہر حال
نہ آوے انکے گھر تک رعب دجال
نہ ہوں وہ دکھ میں اور رنجوں میں پامال

یہی امید ہے دل نے بتادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

دعا کرتا ہوں اے میرے یگانہ
نہ چھوڑیں وہ ترا یہ آستانہ
نہ آوے ان پہ رنجوں کا زمانہ
میرے مولا انہیں ہر دم بچانا

یہی امید ہے اے میرے ہادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

نہ دیکھیں وہ زمانہ بے کسی کا
مصیبت کا الم کا بے بسی کا

یہ ہوں میں دیکھ لوں تقوی سبھی کا | جب آوے وقت میری واپسی کا

بشارت تو نے پہلے سے سنادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

ہمیں اُس یار سے تقوی عطا ہے | نہ یہ ہم سے کہ احسان خدا ہے
کرو کوشش اگر صدق و صفا ہے | کہ یہ حاصل ہو جو شرط لقا ہے
یہی آئینہ خالق نما ہے | یہی اک جوہرِ سیف دعا ہے
ہر اک نیکی کی جڑھ یہ اتقا ہے | اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے
یہی اک فخرِ شانِ اولیا ہے | بجز تقوے زیادت انہیں کیا ہے
ڈرو یارو کہ وہ بینا خدا ہے | اگر سوچو یہی دارالجزا ہے

مجھے تقوی سے اُس نے یہ جزا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

عجب گوہر ہے جسکا نام تقوے | مبارک وہ ہے جسکا کام تقوے
سنو ہے حاصلِ اسلام تقوے | خدا کا عشق مے اور جام تقوے
مسلمانو بناؤ تام تقوے | کہاں ایماں اگر ہے خام تقوے

یہ دولت تو نے مجھ کو اے خدا دی

فسبحان الذی اخزی الاعادی

خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد
بشارت تو نے دی اور پھر یہ اولاد
کہا ہرگز نہیں ہونگے یہ برباد
بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد
خبر تو نے یہ مجھ کو بارہا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

مری اولاد سب تیری عطا ہے
ہر اک تیری بشارت سے ہوا ہے
یہ پانچوں جو کہ نسلِ سیّدہ ہے
یہی ہیں پنج تن جن پر بنا ہے
یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

دیئے تو نے مجھے یہ مہر و مہتاب
یہ سب ہیں میرے پیارے تیرے اسباب
دکھایا تو نے وہ اے رب ارباب
کہ کم ایسا دکھا سکتا کوئی خواب
یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

یہ کیونکر گن سکوں تیرے یہ انعام
کہاں ممکن ترے فضلوں کا ارقام
ہر اک نعمت سے تو نے بھر دیا جام
ہر اک دشمن کیا مردود و ناکام

یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا — جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا — دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا

بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

مری ہر بات کو تو نے جلا دی — مری ہر روک بھی تو نے اٹھا دی
مری ہر پیشگوئی خود بنا دی — ترقی نسلاً بعیداً بھی دکھا دی

جو دی ہے مجھ کو وہ کس کو عطا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

بہار آئی ہے اس وقت خزاں میں — لگے ہیں پھول میرے بوستاں میں
ملاحت ہے عجب اس دلستاں میں — ہوئے بدنام ہم اس سے جہاں میں
عدو جب بڑھ گیا شور و فغاں میں — نہاں ہم ہو گئے یار نہاں میں

ہوا مجھ پر وہ ظاہر میرا ہادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

کروں کیونکر ادا میں شکر باری
چلی اس ہاتھ سے کشتی ہماری

مری بگڑی ہوئی اس نے بنادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

تجھے حمد و ثنا زیبا ہے پیارے
کہ تو نے کام سب میرے سنوارے

ترے احساں مرے سر پر ہیں بھارے
چمکتے ہیں وہ سب جیسے ستارے

گڑھے میں تو نے سب دشمن اتارے
ہمارے کردیے اونچے منارے

مقابل ہیں مرے یہ لوگ ہارے
کہاں مرتے تھے پر تو نے ہی مارے

شریروں پہ پڑے انکے شرارے
نہ اُن سے رک سکے مقصد ہمارے

انہیں ماتم ہمارے گھر میں شادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

تری رحمت ہے میرے گھر کا شہتیر
مری جان تیرے فضلوں کی پنہ گیر

حریفوں کو لگے ہر سمت سے تیر
گرفتار آگئے جیسے کہ نخچیر

ہوا آخر وہی جو تیری تقدیر
بھلا چلتی ہے تیرے آگے تدبیر

خدا نے ان کی عظمت سب اڑادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

مری اس نے ہر اک عزت بنادی
مخالف کی ہر اک شیخی مٹادی

مجھے ہر قسم سے اُس نے عطا دی — سعادت دی ارادت دی وفا دی

ہر اک آزار سے مجھکو شفا دی — مرض گھٹتا گیا جوں جوں دوا کی

محبت غیر کی دل سے ہٹا دی — خدا جانے کہ دل کو کیا سنا دی

دوا دی اور غذا دی اور قبا دی

فسبحان الذی اخزی الاعادی

مجھے کب خواب میں بھی تھی یہ امید — کہ ہوگا میرے پر یہ فضل جاوید

ملی یوسف کی عزت لیک بے قید — نہ ہو تیرے کرم سے کوئی نومید

مراد آئی گئی سب نامرادی

فسبحان الّذی اخزی الاعادی

تری رحمت عجب ہے اے مرے یار — ترے فضلوں سے میرا گھر ہے گلزار

شریفوں کو کرے اکدم میں تو بار — جو ہو نومید تجھ سے ہے وہ مردار

وہ ہو آوارۂ ہر دشت و وادی

فسبحان الذی اخزی الاعادی

ہوئے ہم تیرے اے قادر توانا — ترے در کے ہوئے اور تجھکو مانا

ہمیں بس ہے تری درگہ پہ آنا — مصیبت سے ہمیں ہر دم بچانا

کہ تیرا نام ہے غفّار و ہادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

تجھے دنیا میں ہے کس نے پکارا
کہ پھر خالی گیا قسمت کا مارا
تو پھر ہے کس قدر اسکو سہارا
کہ جس کا تو ہی ہے سب سے پیارا

ہُوا میں تیرے فضلوں کا منادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

ہیں کیونکر گن سکوں تیری عنایات
ترے فضلوں سے پر ہیں میرے دن رات
میری خاطر دکھائیں تو نے آیات
تُو رحم سے مری سُن لی ہر اک بات
کرم سے تیرے دشمن ہو گئے مات
عطا کیں تو نے سب میری مرادات
پڑے پیچھے مرے جو غول بدذات
پڑی آخر خود اُس موذی پہ آفات

ہُوا انجام سب کا نامرادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

بنائی تو نے پیارے میری ہر بات
دکھائے تو نے احسان اپنی ذرات
ہر اک میدان میں دیں تو نے فتوحات
بد اندیشوں کو تو نے کر دیا مات
ہر اک بگڑی ہوئی تو نے بنا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

تری نصرت سے اب دشمن* تبہ ہے — ہر اک جا ہیں ہمارا تو پتہ ہے
ہر اک بدخواہ اب کیوں روسیاہ ہے — کہ وہ مثل خسوف مہر و مہ ہے

سیاہی چاند کی منہ نے دکھا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

ترے فضلوں سے جاں بستاں سرا ہے — ترے نوروں سے دل شمس الضحیٰ ہے
اگر اندھوں کو انکار و ابا ہے — وہ کیا جا ہیں کہ اس سینہ میں کیا ہے
کہیں جو کچھ کہیں سر پہ خدا ہے — پھر آخر ایک دن روز جزا ہے۔

بدی کا پھل بدی اور نامرادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

تجھے سب زور و قدرت ہے خدایا — تجھے پایا ہر اک مطلب کو پایا
ہر اک عاشق نے ہے اک بت بنایا — ہمارے دل میں یہ دلبر سمایا
وہی آرام جان اور دل کو بھایا — وہی جسکو کہیں رب البرایا

* دشمن کے لفظ سے اس جگہ وہ حاسد مراد ہیں۔ جو ہر ایک طور سے مجھے تکلیف پہنچانا چاہتے ہیں لوگوں کو میری نسبت بدظن کرتے ہیں۔ اور گورنمنٹ عالیہ انگریزی میں بھی جھوٹی شکایتیں کرتے ہیں اور گورنمنٹ محسنہ کی نسبت جو میرے مخلصانہ خیالات ہیں۔ ان کو چھپاتے ہیں۔

ہوا ظاہر وُہ مجھ پہ بالا بادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

مجھے اُس یار سے پیوند جاں ہے
بیاں اس کا کروں طاقت کہاں ہے
وہی جنت وہی دارالاماں ہے
محبت کا تو اک دریا رواں ہے

یہ کیا احساں ترے ہیں میرے ہادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

تری رحمت کی کچھ قلت نہیں ہے
شمارِ فضل اور رحمت نہیں ہے
تہی اس سے کوئی ساعت نہیں ہے
مجھے اب شکر کی طاقت نہیں ہے

یہ کیا احساں ہیں تیرے میرے ہادی
فسبحان الذی اخزے الاعادی

ترے کوچے میں کن راہوں سے آؤں
محبت ہے کہ جس سے کھینچا جاؤں
محبت چیز کیا کس کو بتاؤں
میں اس آندھی کو اب کیونکر چھپاؤں
وہ خدمت کیا ہے جس سے تجھکو پاؤں
خدائی ہے خودی جس سے جلاؤں
وفا کیا راز ہے کس کو سناؤں
یہی بہتر کہ خاک اپنی اڑاؤں

کہاں ہم اور کہاں دنیائے مادی

فسبحان الذی اخزی الاعادی

کوئی اس پاک سے جو دل لگاوے — کرے پاک آپکو تب اس کو پاوے
جو مرتا ہے وہی زندوں مین جاوے — جو جلتا ہے وہی مردے جلاوے
ثمر ہے دور کا کب غیر کھاوے — چلو اوپر کو وہ نیچے نہ آوے
نہاں اندر نہاں ہے کون لاوے — غریق عشق وہ موتی اٹھاوے
وہ دیکھے یعنی رحمت دکھاوے — خودی اور خود ردی کب اسکو بھاوے

مجھے تونے یہ دولت اے خدا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

کہاں تک حرص و شوقِ مالِ فانی — اُٹھو ڈھونڈو متاعِ آسمانی
کہاں تک جوشش آمال دامانی — یہ سو سو چھید ہیں تم میں نہانی
تو پھر کیونکر ملے وہ یار جانی — کہاں غربال میں رہتا ہے پانی
کرو کچھ فکر ملک جاودانی — یہ ملک و مال جھوٹی ہے کہانی
بسر کرتے ہو غفلت میں جوانی — مگر دل میں یہی تم نے ہے ٹھانی
خدا کی ایک بھی تم نے نہ مانی — ذرہ سوچو یہی ہے زندگانی
خدا نے اپنی راہ مجھکو بتا دی — فسبحان الذی اخزی الاعادی

کرو توبہ کہ تا ہو جائے رحمت
دکھاؤ جلد تر صدق و انابت
گھڑی ہے سر پہ ایسی ایک ساعت
کہ یاد آ جائے گی جس سے قیامت

مجھے یہ بات مولا نے بتا دی
فسبحان الّذی اخزی الاعادی

مسلمانوں پہ تب ادبار آیا
کہ جب تعلیم فرقاں کو بھلایا
رسولِ حق کو مٹی میں سلایا
مسیحا کو فلک پر ہے بٹھایا
یہ توہین کر کے پھل ویسا ہی پایا
اہانت نے انہیں کیا کیا دکھایا
خدا نے پھر تمہیں اب ہے بلایا
کہ سوچو عزت خیر الورا یا

ہمیں یہ راہ خدا نے خود دکھا دی
فسبحان الّذی اخزی الاعادی

کوئی مُردوں میں کیونکر راہ پاوے
مرے تب بے گماں مُردوں میں جاوے
خدا عیسےٰ کو کیوں مُردوں سے لاوے
وہ کیوں خود مُہر ختمیت مٹاوے
کہاں آیا کوئی تا وہ بھی آوے
کوئی اک نام ہی ہم کو بتاوے

تمہیں کس نے یہ تعلیم خطا دی
فسبحان الّذی اخزی الاعادی

وہ آیا منتظر تھے جس کے دن رات
دکھائیں آسمان نے ساری آیات
پھر اس کے بعد کون آئیگا ہیہات

معما کھل گیا روشن ہوئی بات
زمیں نے وقت کی دیدیں شہادات
خدا سے کچھ ڈرو چھوڑو معادات

خدا نے اک جہاں کو یہ سنادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

مسیح وقت اب دنیا میں آیا
مبارک وہ جو اب ایمان لایا

خدا نے عہد کا دن ہے دکھایا
صحابہؓ سے ملا جب مجھ کو پایا

وہی مے ان کو ساقی نے پلا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

خدا کا ہم پہ بس لطف و کرم ہے
زمیں قادیان اب محترم ہے
ظہور عون و نصرت دمبدم ہے
سنو اب وقت توحید اتم ہے

وہ نعمت کونسی باقی جو کم ہے
ہجوم خلق سے ارض حرم ہے
حسد سے دشمنوں کی پشت خم ہے
ستم اب مائل ملک عدم ہے

خدا نے روک ظلمت کی اٹھا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

الہامی شعر

برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے ۔ جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے

براہین احمدیہ

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو ۔ کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

وہی اُسکے مقرب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں ۔ نہیں رہ اُسکی عالی بارگہ تک خود پسندوں کو

یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اس سے قربت کو ۔ اُسیکے ہاتھ کو ڈھونڈو جلاؤ سب کمندوں کو

منہ

ہمنے الفت میں تیری بار اٹھایا کیا کیا ۔ تجھکو دکھلا کے فلک نے ہے دکھایا کیا کیا

منہ

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت ۔ اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے

جس بات کو کہے کہ کروں گا میں یہ ضرور ۔ ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

ممانعت جہاد

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال ۔ دیں کیلئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے ۔ دیں کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

اب آسماں سے نورِ خدا کا نزول ہے
اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے

دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو
جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اُس خبیث کو

کیوں بھولتے ہو تم یضع الحرب کی خبر
کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر

فرما چکا ہے سیدِ کونین مصطفےٰ
عیسیٰ مسیح جنگوں کا کردیگا التوا

جب آئیگا تو صلح کو وہ ساتھ لائیگا
جنگوں کے سلسلے کو وہ یکسر مٹائیگا

پیوینگے ایک گھاٹ پہ شیر اور گوسپند
کھیلینگے بچے سانپوں سے بیخوف و بیگزند

یعنی وہ وقت امن کا ہوگا نہ جنگ کا
بھولیں گے لوگ مشغلہ تیر و تفنگ کا

یہ حکم سن کے بھی جو لڑائی کو جائیگا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اُٹھائیگا

اِک معجزہ کے طور سے یہ پیشگوئی ہے
کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

القصہ یہ مسیح کے آنے کا ہے نشاں
کردیگا ختم آکے وہ دین کی لڑائیاں

ظاہر ہیں خود نشاں کہ زماں وہ زماں نہیں
اب قوم میں ہماری وہ تاب و تواں نہیں

اب تم میں خود وہ قوت و طاقت نہیں رہی
وہ سلطنت وہ رعب وہ شوکت نہیں رہی

وہ نام وہ نمود وہ دولت نہیں رہی
وہ عزمِ مقبلانہ وہ ہمت نہیں رہی

وہ علم وہ صلاح وہ عفت نہیں رہی
وہ نور اور وہ چاند سی طلعت نہیں رہی

وہ درد وہ گداز وہ رقت نہیں رہی
خلق خدا پہ شفقت و رحمت نہیں رہی

دل میں تمہارے یار کی الفت نہیں رہی
حالت تمہاری جاذب نصرت نہیں رہی

حمق آگیا ہے سر میں وہ فطنت نہیں رہی
کسل آگیا ہے دلمیں جلادت نہیں رہی

وہ علم و معرفت وہ فراست نہیں رہی
وہ فکر وہ قیاس وہ حکمت نہیں رہی

دنیا و دین میں کچھ بھی لیاقت نہیں رہی
اب تمکو غیر قوموں پہ سبقت نہیں رہی

وہ انس و شوق و وجد وہ طاعت نہیں رہی
ظلمت کی کچھ بھی حد و نہایت نہیں رہی

ہر وقت جھوٹ سچ کی تو عادت نہیں رہی
نور خدا کی کچھ بھی علامت نہیں رہی

سو سو ہیں گند دل میں طہارت نہیں رہی
نیکی کے کام کرنیکی رغبت نہیں رہی

خوان تہی پڑا ہے وہ نعمت نہیں رہی
دیں بھی ہی ایک قشر حقیقت نہیں رہی

مولی سے اپنے کچھ بھی محبت نہیں رہی
دل مر گئے ہیں نیکی کی قدرت نہیں رہی

سب پر یہ اک بلا ہی کہ وحدت نہیں رہی
اک پھوٹ پڑ رہی ہے مودت نہیں رہی

تم مر گئے تمہاری وہ عظمت نہیں رہی
صورت بگڑ گئی ہے وہ صورت نہیں رہی

اب تم میں کیوں وہ سیف کی طاقت نہیں رہی
بھید اسمیں ہے یہی کہ وہ حاجت نہیں رہی

اب کوئی تم پہ جبر نہیں غیر قوم سے
کرتی نہیں ہی منع صلوٰۃ اور صوم سے

ہاں آپ تمنے چھوڑ دیا دین کی راہ کو
عادت میں اپنی کر لیا فسق و گناہ کو

اب زندگی تمہاری تو سب فاسقانہ ہے — مومن نہیں ہو تم کہ قدم کافرانہ ہے

اے قوم تم پہ یار کی اب وہ نظر نہیں — روتے رہو دعاؤں میں بھی وہ اثر نہیں

کیونکر ہو وہ نظر کہ تمہارے وہ دل نہیں — شیطاں کے ہیں خدا کے پیارے وہ دل نہیں

تقوے کے جامے جتنے تھے سب چاک ہو گئے — جتنے خیال دل میں تھے ناپاک ہو گئے

کچھ کچھ جو نیک مرد تھے وہ خاک ہو گئے — باقی جو تھے وہ ظالم و سفّاک ہو گئے

اب تم تو خود ہی موردِ خشمِ خدا ہوئے — اس یار سے بشامتِ عصیاں جدا ہوئے

اب غیروں سے لڑائی کے معنی ہی کیا ہوئے — تم خود ہی غیر بن کے محلّ سزا ہوئے

سچ سچ کہو کہ تم میں امانت ہے اب کہاں — وہ صدق اور وہ دین و دیانت ہے اب کہاں

پھر جبکہ تم میں خود ہی وہ ایماں نہیں رہا — وہ نور مومنانہ وہ عرفاں نہیں رہا

پھر اپنے کفر کی خبر اے قوم لیجئے — آیت علیکم انفسکم یاد کیجئے

ایسا گماں کہ مہدی خونی بھی آئیگا — اور کافروں کے قتل سے دیں کو بڑھائیگا

اے غافلو یہ باتیں سراسر دروغ ہیں — بہتاں ہیں بے ثبوت ہیں اور بے فروغ ہیں

یارو جو مرد آنیکو تھا وہ تو آچکا — یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا

اب سال سترہ بھی صدی سے گذر گئے — تم میں سے ہائے سوچنے والے کدھر گئے

تھوڑے نہیں نشاں جو دکھائے گئے تمہیں — کیا پاک راز تھے جو بتائے گئے تمہیں

پر تم نے اُنسے کچھ بھی اُٹھایا نہ فائدہ
منہ پھیر کر ہٹا دیا تم نے یہ مائدہ

بخلوں سے بار و باز بھی آؤ گے یا نہیں؟
خو اپنی پاک صاف بناؤ گے یا نہیں؟

باطل سے میل دل کی ہٹاؤ گے یا نہیں؟
حق کی طرف رجوع بھی لاؤ گے یا نہیں؟

اب عذر کیا ہے کچھ بھی بتاؤ گے یا نہیں؟
مخفی جو دل میں ہے وہ سناؤ گے یا نہیں؟

آخر خدا کے پاس بھی جاؤ گے یا نہیں؟
اسوقت اسکو منہ بھی دکھاؤ گے یا نہیں؟

تم میں سے جسکو دین و دیانت سے ہے پیار
اب اُسکا فرض ہے کہ وہ دل کر کے استوار

لوگوں کو یہ بتائے کہ وقتِ مسیح ہے
اب جنگ اور جہاد حرام اور قبیح ہے

ہم اپنا فرض دوستو اب کر چکے ادا
اب بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھائیگا خدا

سرمہ چشم آریہ صفحہ ۸۹

دنیا کی حرص و آز میں کیا کچھ نہ کرتے ہیں
نقصان جو ایک پیسہ کا دیکھیں تو مرتے ہیں

زر سے پیار کرتے ہیں اور دل لگاتے ہیں
ہوتے ہیں زر کے ایسے کہ بس مر ہی جاتے ہیں

جب اپنے دلبروں کو نہ جلدی سے پاتے ہیں
کیا کیا نہ اُنکے ہجر میں آنسو بہاتے ہیں

پر اُنکو اس سجن کی طرف کچھ نظر نہیں
آنکھیں نہیں ہیں کان نہیں دل میں ڈر نہیں

انکے طریق و دہرم میں گو لاکھ ہو فساد
کیسا ہی ہو عیاں کہ وہ ہے جھوٹ اعتقاد

پر تب بھی مانتے ہیں اُسی کو بہر سبب
کیا حال کر دیا ہے تعصب نے ہے غضب

دل میں مگر یہی ہے کہ مرنا نہیں کبھی
ترک اس عیالِ قوم کو کرنا نہیں کبھی
اے غافلاں فنا بکند این سرائے خام
دُنیائے دوں نماند و نماند کسے مدام

سُرمہ چشم آریہ صفحہ ۱۷۲

اُن کو سودا ہوا ہے ویدوں کا
اُن کا دل مبتلا ہے ویدوں کا
آریو! اس قدر کرو کیوں جوش
کیا نظر آگیا ہے ویدوں کا
نہ کیا ہے نہ کر سکے پیدا
سوچ لو یہ خدا ہے ویدوں کا
عقل رکھتے ہو آپ بھی سوچو
کیوں بھروسا کیا ہے ویدوں کا
بے خدا کوئی چیز کیونکر ہو
یہ سراسر خطا ہے ویدوں کا
ناستک مت کے وید ہیں حامی
سب یہی مدعا ہے ویدوں کا
ایسے مذہب کبھی نہیں چلتے
کال سر پہ کھڑا ہے ویدوں کا
جس نے پیدا کیا وہی جانے
دوسرا کیونکر اس کو پہچانے
غیر کو غیر کی خبر کیا ہو
نظرِ دُور کارگر کیا ہو

ست بچن

یہی پاک چولا ہے سکھونکا تاج
یہی کابلی مل کے گھر میں ہے آج
یہی ہے کہ نور دل سے معمور ہے
جو دُور اس سے اُس سے خدا دور ہے

یہی جنم ساکھی میں مذکور ہے
جو انگد سے اسوقت مشہور ہے

اسی پہ وہ آیات ہیں بینات
کہ جن سے ملے جاودانی حیات

یہ نانک کو خلعت ملا سرفراز
خدا سے جو تہا درد کا چارہ ساز

اسی سے وہ سب راز حق پا گیا
اسی سے وہ حق کی طرف آگیا

اسی نے بلا سے بچایا اُسے
ہر اک بدگہر سے چھڑایا اُسے

ذرا سوچو سکھو! یہ کیا چیز ہے
یہ اُس مرد کے تن کا تعویذ ہے

یہ اُس بھگت کا رہگیا اک نشاں
نصیحت کی باتیں حقیقت کی جاں

اگر نسخوں میں ہے شک کا اک احتمال
کہ انساں کے ہاتھوں ہیں دست پامال

جو پیچھے سے لکھتے لکھاتے رہے
خدا جانے کیا کیا بناتے رہے

گماں ہے کہ نقلوں میں ہو کچھ خطا
کہ انساں نہ ہووے خطا سے جدا

مگر یہ تو محفوظ ہے بالیقین
وہی ہے جو تھا اس میں کچھ شک نہیں

اسے سر پہ رکھتے تھے اہل صفا
تذلل سے جب پیش آتی بلا

جو نانک کی مدح و ثنا کرتے تھے
وہ ہر شخص کو یہ کہا کرتے تھے

کہ دیکھا نہ ہو جس نے وہ پارسا
وہ چولے کو دیکھے کہ ہے رہنما

جسے اسکے مت کی نہ ہووے خبر
وہ دیکھے اسی چولہ کو اک نظر

اسے چوم کر کرتے رو رو دعا
تو ہو جاتا تھا فضل قادر خدا

اسی کا تو تھا معجزانہ اثر
کہ نانک بچا جس سے وقت خطر

بچا آگ سے اور بچا آب سے
اسی کے اثر سے نہ اسباب سے

ذرا دیکھو انگد کی تحریر کو
کہ لکھتا ہے اس ساری تقریر کو

یہ چولہ ہے قدرت کا جلوہ نما
کلامِ خدا اس پہ ہے جابجا

جو شایق ہے نانک کے درشن کا آج
وہ دیکھے اسے چھوڑ کر کام و کاج

برس گذرے ہیں چار سو کے قریب
یہ ہے نو بنو اک کرامت عجیب

یہ نانک سے کیوں رہ گیا اک نشاں
بھلا اس میں حکمت تھی کیا در نہاں

یہی تھی کہ اسلام کا ہو گواہ
بتاوے وہ پچھلوں کو نانک کی راہ

خدا سے یہ تھا فضل اس مرد پر
ہوا اس کے درد دل اک چارہ گر

یہ مخفی امانت ہے کرتار کی
یہ تھی اک کلید اس کے اسرار کی

محبت میں صادق وہی ہوتے ہیں
کہ اس چولے کو دیکھ کر روتے ہیں

سنو مجھ سے اے لوگو نانک کا حال
سنو قصۂ قدرت ذوالجلال

وہ تھا آریہ قوم سے نیک ذات
خردمند خوش خو مبارک صفات

ابھی عمر سے تھوڑے گذرے تھے سال
کہ دل میں پڑا اس کے دین کا خیال

اسی جستجو میں وہ رہتا مدام — کہ کس راہ سے اسکو پاوے تمام
اسے وید کی راہ نہ آئی پسند — کہ دیکھا بہت اسکی باتوں میں گند
یہ دیکھا کہ یہ ہیں سڑے اور گلے — لگا ہونے دل اُس کا اوپر تلے
کہا کیسے ہو یہ خدا کا کلام — ضلالت کی تعلیم ناپاک کام
ہُوا پھر تو یہ دیکھ کر سخت غم — مگر دل میں رکھتا وہ رنج و الم
وہ رہتا تھا اس غم سے ہر دم اداس — زباں بند تھی دل میں سو سو ہراس
یہی فکر کھاتا اسے صبح و شام — نہ تھا کوئی ہمراز نے ہم کلام
کبھی باپ کی جبکہ پڑتی نظر — وہ کہتا کہ میرے پیارے پسر
میں حیراں ہوں تیرا یہ کیا حال ہے — وہ غم کیا ہے جس سے تو پامال ہے
نہ وہ تیری صورت نہ وہ رنگ ہے — کہو کس سبب تیرا دل تنگ ہے
مجھے سچ بتا کھول کر اپنا حال — کہ کیوں غم میں رہتا ہے اے میرے لال
وہ رو دیتا کہہ کر کہ سب خیر ہے — مگر دل میں اک خواہش سیر ہے
پھر آخر کو نکلا وہ دیوانہ وار — نہ دیکھے بیاباں نہ دیکھے پہاڑ
اُتارا اپنے مونڈھوں سے دنیا کا بار — طلب میں سفر کر لیا اختیار
خدا کے لئے ہو گیا دردمند — تنعم کی راہیں نہ آئیں پسند

طلب میں چلا بیخود ہو اس | خدا کی عنایات کی کرکے آس
جو پوچھا کسی نے چلے ہو کدھر | غرض کیا ہے جس سے کیا یہ سفر
کہا رو کے حق کا طلبگار ہوں | تشنۂ رہ پاک کرتار ہوں
سفر میں وہ رو رو کے کرتا دعا | کہ اے میرے کرتار مشکلکشا
میں عاجز ہوں کچھ بھی نہیں خاک ہوں | مگر بندۂ درگہ پاک ہوں
میں قربان ہوں ان لوں تری راہ کا | نشاں دے مجھے مرد آگاہ کا
نشاں تیرا پا کر وہیں جاؤں گا | جو تیرا ہو وہ اپنا ٹھہراؤنگا
کرم کر کے وہ راہ اپنی بتا | کہ جس میں ہوا ہے ہمیں تیری رضا
بتایا گیا اسکو الہام میں | کہ پائیگا تو مجھکو اسلام میں
نگر مرد عارف فلاں مرد ہے | وہ اسلام کی راہ میں فرد ہے
ملا تب خدا سے اُسے ایک پیر | کہ چشتی طریقہ میں تھا دستگیر
وہ بیعت ہوئے اسکے ہو فیضیاب | سنا شیخ سے ذکر راہ صواب
پھر آیا وطن کی طرف اُسکے بعد | ملے پیر کے فیض سے بخت سعد
کوئی دن تو پردہ میں مستور تھا | زباں چپ تھی اور سینہ میں نور تھا
نہاں دل میں تھا دردو سوز و نیاز | شریروں سے چھپ چھپ کے پڑھتا نماز

پھر آخر کو مارا عداقت نے جوش — تعشق سے جاتے رہے اسکے ہوش
ہوا پھر تو حق کے چھپانے سے تنگ — محبت نے بڑھ بڑھ کے دکھلائے رنگ
کہا یہ تو مجھ سے ہوا اک گناہ — کہ پوشیدہ رکھی سچائی کی راہ
یہ صدق و وفا سے بہت دور تھا — کہ غیروں کے خوف سے دل چور تھا
تصوّر سے اسباب کے ہو کے زار — کہا رو کے اے میرے پروردگار
تیرے نام کا مجھکو اقرار ہے — ترا نام غفار و ستار ہے
بلا ریب تو حیّ و قدوس ہے — ترے بن ہر اک راہ سالوس ہے
مجھے بخش اے خالق العالمین — تو سبّوح وانّی من الظالمین
ہیں تیرا ہوں اے میرے کرتار پاک — نہیں تیری راہوں میں خوفِ ہلاک
تیرے در پہ جاں میری قربان ہے — محبت تری خود مری جان ہے
وہ طاقت کہ ملتی ہے ابرار کو — وہ دے مجکو دکھلا کے اسرار کو
خطاوار ہوں مجھکو وہ راہ بتا — کہ حاصل ہو جس سے تیری رضا
اسی عجز میں تھا تذلل کے ساتھ — کہ یکبار خدا کی عنایت نے ہاتھ
ہوا غیب سے ایک جولا عیاں — خدا کا کلام اس پہ تھا بیگماں
شہادت تھی اسلام کی جا بجا — کہ سچا وہی دین ہے اور رہنما

یہ لکھا تھا اس میں بخط جلی
ہوا حکم پہن اسکو اے نیک مرد
جو پوشیدہ رکھنے کی تھی اک خطا
یہ ممکن ہے کشفی ہو یہ ماجرا
پھر اس طرز پہ یہ بنا یا گیا۔
مگر یہ بھی ممکن ہے اے پختہ کار
کہ پردے میں قادر کے اسرار ہیں
تو یک قطرہ داری نہ عقل و خرد
اگر مثنوی قصۂ صادقاں
تو خود را خردمند فہمیدہ
غرض اُسنے پہنا وہ فرخ لباس
وہ پھرتا تھا کوچوں میں چولا کے ساتھ
کوئی دیکھتا جب اسے دور سے
جسے دور سے وہ نظر آتا تھا
وہ ہر لحظہ چولے کو دکھلاتا تھا

کہ اللہ ہے اک اور محمدؐ
اُتر جائیگی اس سے وہ ساری گ
یہ کفارہ ہے اُس کا اے باد
دکھایا گیا ہو بحکم خد
بحکم خدا پھر لکھا یا گیا
کہ خود عیب سے ہو یہ سب کاروبا
کہ عقلیں وہاں ہیچ و بیکار ہیں
مگر قدرتش بحر بے حد و عد
مجنباں سپر خود چو ستہزیا
مقامات مرداں کجا و ید
نہ رکھتا تھا مخلوق سے کچھ ہرا
دکھاتا تھا لوگوں کو قدرت کے با
تو ملتی خبر اسکو اس نور سے
اُسے چولہ خود بھید سمجھاتا تھ
اسی میں وہ ساری خوشی پاتا تھ

…س یہ تھی تا یار خورسند ہو
…شاق اُس ذات کے ہوتے ہیں
اُس یار کو صدق دکھلاتے ہیں
…جان اُس کی راہ میں فدا کرتے ہیں
…ہوتے ہیں سب کچھ بصدق و صفا
…یوانگی عشق کا ہے نشاں
…ں جوشِ الفت سے مجذوب وار
…س سے راضی ہو وہ دلستاں
…کے جو ہیں وہ یہی کرتے ہیں
…ہو جاتے ہیں سارے دلدار کے
…باں دینے سے بھی نہ گھبراتے ہیں
…دلبر کی آواز بن جاتے ہیں
…ادال جو کہتا ہے دربند ہے
…س عقل اُسکو نہ کچھ غور ہے
…سچ ہے کہ جو پاک ہو جاتے ہیں

خطا دور ہو پختہ پیوند ہو
وہ ایسے ہی ڈر ڈر کے جاں کھوتے ہیں
اسی غم میں دیوانہ بن جاتے ہیں
وہ ہر لحظہ سو سو طرح مرتے ہیں
مگر اُس کی ہو جائے حاصل رضا
نہ سمجھے کوئی اسکو جز عاشقاں
یہ نانک نے چولا بنایا شعار
کہ اُس بن نہیں دل کو تاب و تواں
وہ لعنت ہے لوگوں کی کب ڈرتے ہیں
نہیں کوئی اُن کا بجز یار کے
کہ سب کچھ وہ کھو کر اُسے پاتے ہیں
وہ اُس جاں کے ہمراز بن جاتے ہیں
نہ الہام ہے اور نہ پیوند ہے
اگر وید ہے یا کوئی اور ہے
خدا سے خدا کی خبر لاتے ہیں

اگر اس طرف سے نہ آوے خبر — تو ہو جائے یہ راہ زیر و زبر
طلبگار ہو جائیں اس کے تباہ — وہ مر جائیں دیکھیں اگر بند را
مگر کوئی معشوق ایسا نہیں — کہ عاشق سے رکھتا ہو یہ بغض و کین
خدا پر تو پھر یہ گمان عیب ہے — کہ وہ راحم و عالم الغیب ہے
اگر وہ نہ بولے تو کیونکر کوئی — یقین کر کے جانے کہ ہے مختفی
وہ کرتا ہے خود اپنے بھگتوں کو یاد — کوئی اس کی راہ میں نہیں نامرا
مگر وید کو اس سے انکار ہے — اسی سے تو بے خیر و بے کار
کرے کوئی کیا ایسے طومار کو — بتا کر دکھاوے نہ جو یار کو
وہ ویدوں کا ایشر ہے با اک جبر — کہ بولے نہیں جیسے اک گنگ و کر
تو پھر ایسے ویدوں سے حاصل ہی کیا — ذرا سوچو اے یار و بہر خد
وہ انکار کرتے ہیں الہام سے — کہ ممکن نہیں خاص اور عام سے
یہی سالکوں کا تو تھا مدعا — اسی سے تو کھلتی تھیں آنکھیں
اگر یہ نہیں پھر تو وہ مر گئے۔ — کہ بے سود جاں کو فدا کر گئے
یہ ویدوں کا دعوے سنا ہے ابھی — کہ بعد ان کے ملہم نہ ہوگا کبھی
وہ کہتے ہیں یہ کوچہ مسدود ہے — تلاش اس کی عارف کو بے سود

وہ غافل ہیں رحماں کے اُس داب سے ۔۔۔ کہ رکھتا ہے وہ اپنے احباب سے
اگر ان کو اس راہ سے ہوتی خبر ۔۔۔ اگر صدق کا کچھ بھی رکھتے اثر
تو انکار کو جانتے جائے شرم ۔۔۔ یہ کیا کہہ دیا وید نے ہائے شرم
نہ جانا کہ الہام ہے کیمیا ۔۔۔ اسی سے تو ملتا ہے گنج لقا
اسی سے تو عارف ہوئے بادہ نوش ۔۔۔ اسی سے تو آنکھیں کھلیں اور گوش
یہی ہے کہ نائب ہے دیدار کا ۔۔۔ یہی ایک چشمہ ہے اسرار کا
اِسی سے ملے ان کو نازک علوم ۔۔۔ اِسی سے تو اُن کی ہوئی جگ میں دھوم
خدا پر خدا سے یقیں آتا ہے ۔۔۔ وہ باتوں سے ذات اپنی سمجھاتا ہے
کوئی یار سے جب لگاتا ہے دل ۔۔۔ تو باتوں سے لذت اٹھاتا ہے دل
کہ دلدار کی بات ہے اِک غذا ۔۔۔ مگر تو ہے منکر تجھے اِس سے کیا
نہیں تجھکو اس راہ کی کچھ بھی خبر ۔۔۔ تو واقف نہیں اس سے اے بے ہنر
وہ ہے مہربان و کریم و قدیر ۔۔۔ قسم اس کی۔ اس کی نہیں ہے نظیر
جو ہوں دل سے قربانِ ربِّ جلیل ۔۔۔ نہ نقصان اٹھاویں نہ ہوویں ذلیل
اسی سے تو نانک ہوا کامیاب ۔۔۔ کہ دل سے تھا قربان عالی جناب
تبھا یا گیا اس کو الہام میں ۔۔۔ کہ پائے گا تو مجھکو اسلام میں

یقیں ہے کہ نانک تھا مُلہم ضرور
نہ کر وید کا پاس اے پُر غرور

دیا اُس کو کرتار نے وہ گیان
کہ ویدوں میں اس کا نہیں کچھ نشاں

اکیلا وہ بھاگا ہنودوں کو چھوڑ
چلا مکہ کو ہند سے مُنہ کو موڑ

گیا خانہ کعبہ کا کرنے طواف
مسلماں بنا پاک دل بے خلاف

لیا اُس کو فضل خدا نے اُٹھا
ملی دونوں عالم میں عزت کی جا

اگر تو بھی چھوڑے یہ ملک ہوا
تجھے بھی یہ رتبہ کرے وہ عطا

تو رکھتا نہیں ایک دم بھی روا
جو بیوی سے اور بچوں سے ہو جدا

مگر وہ تو پھرتا تھا دیوانہ وار
نہ جی کو تھا چین اور نہ دل کو قرار

ہر اک کہتا تھا دیکھ کر اک نظر
کہ ہے اس کی آنکھوں میں کچھ جلوہ گر

محبت کی تھی سینہ میں اک خلش
لئے پھرتی تھی اس کو دل کی تپش

کبھی شرق میں اور کبھی غرب میں
رہا گھومتا قلق اور کرب میں

پرندے بھی آرام کر لیتے ہیں۔
مجانیں بھی یہ کام کر لیتے ہیں

مگر وہ تو اک دم نہ کرتا قرار
ادا کر دیا عشق کا کاروبار

کسی نے یہ پوچھی تھی عاشق سے بات
وہ نسخہ تھا جس سے جاگے تو رات

کہا نیند کی ہے دوا سوز و درد
کہاں نیند جب غم کرے چہرہ زرد

وہ آنکھیں نہیں جو کہ گریاں نہیں
وہ خود دل نہیں جو کہ بریاں نہیں

تو انکار سے وقت کھوتا ہے کیا
تجھے کیا خبر عشق ہوتا ہے کیا

مجھے پوچھو اور سب کو دے یہ راز
مگر کون پوچھے بجز عشق باز

جو برباد ہونا کرے اختیار
خدا کے لئے ہے وہی اختیار

جو اُس کے لئے کھوتے ہیں پاتے ہیں
جو مرتے ہیں وہ زندہ ہو جاتے ہیں

وہی وحدہٗ لاشریک اور عزیز
نہیں اس کی مانند کوئی بھی چیز

اگر جاں کروں اُس کی رہ میں فدا
تو پھر بھی نہ ہو شکر اس کا ادا

میں جوہے کا کرتا ہوں پھر کچھ بیاں
کہ ہے یہ پیارا مجھے جیسے جاں

ذرا جنم ساکھی کو پڑھ اے جواں
کہ اللہ نے لکھا ہے اس میں عیاں

کہ قدرت کے ہاتھوں لکھی تھی رقم
خدا ہی نے لکھا بہ فضل و کرم

وہ لکھا یہی ہو کہ اللہ ہے ایک
محمدؐ نبی اُس کا پاک اور نیک

بغیر اُس کے دل کی صفائی نہیں
بجز اُس کے غم سے رہائی نہیں

یہ معیار ہے دیں کے تحقیق کا
کھلا فرق دجال و صدیق کا

ذرا سوچو یارو گر انصاف ہے
یہ سب کشمکش اس گھڑی صاف ہے

یہ نانک سے کرنے لگے جب جھگڑا
رہے زور کر کے سب بدنما

کہا دُور ہو جاؤ تم ھار کے — یہ خلعت ہے ہاتھوں سی کرتار کے

بشر سے نہیں تا اتارے بشر — خدا کا کلام اُس پہ ہے جلوہ گر

دعا کی تھی اس نے کہ اے کردگار — بنا مجھکو رہ اپنی خود کر کے پیار

یہ چولا تھا اس کی دُعا کا اثر — یہ قدرت کے ہاتھوں کا تھا سربسر

یہی چھوڑ کر وہ ولی مر گیا — نصیحت تھی مقصد ادا کر گیا

اسے مردہ کہنا خطا ہے خطا — کہ زندوں میں وہ زندہ دل جا ملا

وہ تن گم ہوا یہ نشاں رہ گیا — ذرہ دیکھ کر اسکو آنسو بہا

کہاں ہے محبت کہاں ہی وفا — پیاروں کا چولا ہوا کیوں بُرا

وفادار عاشق کا ہے یہ نشاں — کہ دلبر کا خط دیکھ کر ناگہاں

لگاتا ہے آنکھوں سے ہو کر فدا — یہی دین ہے دلدادگاں کا سدا

مگر جس کے دل میں محبت نہیں — اُسے ایسی باتوں سے رغبت نہیں

اٹھو جلد تر لاؤ فوٹو گراف — ذرہ کھینچو تصویر چولے کی صاف

کہ دنیا کو ہرگز نہیں ہے بقا — فنا سب کا انجام ہی جز خدا

سو لو عکس جلدی کہ اب ہی ہر اس — مگر اُس کی تصویر رہ جائے پاس

یہ چولا کہ قدرت کی تحریر ہے — یہی رہنما اور یہی پیر ہے

یہ انگد نے خود لکھ دیا صاف صاف
کہ ہے وہ کلامِ خدا بے گزاف

وہ لکھا ہے خود پاک کرتار نے
اُسی حیّ و قیوم و غفار نے

خدا نے جو لکھا وہ کب ہو خطا
وہی ہے خدا کا کلامِ صحف

یہی راہ ہے جس کو بھولے ہو تم
اُٹھو یارو اب مت کرو راہ گم

یہ نور خدا ہے خدا سے ملا
ارے جلد آنکھوں سے اپنی لگا

ارے لوگو! تم کو نہیں کچھ خبر
جو کہتا ہوں میں اُس پہ رکھنا نظر

زمانہ تعصب سے رکھتا ہے رنگ
کریں حق کی تکذیب سب بد رنگ

وہی دین کے راہو نکی سنتا ہے بات
کہ ہو متقی مرد اور نیک ذات

مگر دوسرے سارے ہیں پُر عناد
پیارا ہے اُن کو غرور اور فساد

بتاتے ہیں باتیں سراسر دروغ
نہیں بات ہیں انکی کچھ بھی فروغ

بھلا بد چولے کے اے پُر غرور
وہ کیا کسر باقی ہے جس سے تو دُور

تو توڑتا ہے لوگوں سے اے بے ہنر
خدا سے تجھے کیوں نہیں ہے خطر

یہ تحریر چولے کی ہے اک زباں
سنو وہ زباں سے کرے کیا بیاں

کہ دین خدا دین اسلام ہے
جو ہو منکر اس کا بد انجام ہے

محمدؐ وہ نبیوں کا سردار ہے
کہ جس کا عدو شبلِ مُردار ہے

تجھے چولا سے کچھ تو آوے حیا
کہو جو رضا ہو مگر سن لو بات
کہ حق جو ہے کرتار کرتا ہے پیار
کہو جب کہ پوچھیگا مولے حساب
میں کہتا ہوں اک بات اے نیکنام
کہ بیشک یہ چولہ پر از نور ہے
دکھائیں گے چولا تمہیں کھول کر
یہی پاک چولا رہا اک نشاں
اسی پہ دوشالے چڑھے اور زر
یہی مال و دولت کا تھا اک ستوں
خدا کیلئے چھوڑ دو اب بغض و کیں
وہ صدق و محبت وہ مہر و وفا
دکھاؤ ذرا آج اس کا اثر
گرو نے تو کر کے دکھایا تمہیں
کہاں ہیں مطیع نانک کے ہیں خاک پا

ذرہ دیکھ ظالم کہ کرتا ہے کیا
وہ کہنا کہ جس میں نہیں پیچ پات
وہ انساں نہیں جو نہیں حقگذار
تو بجائیو بتاؤ کہ کیا ہے جواب
ذرہ غور سے اسکو سنیئو تمام
مکر و دغا سے بہت دور ہے
کہ دو اُس کا اُتر ذرا بول کر
اگر وے کہ تھا خلق پہ مہربان
یہی فخر سکھوں کا ہے سربسر
عمل بد کئے ہو گئے سرنگوں
ذرا سوچ باتوں کو ہو کر امیں
جو نانک سے رکھتے تھے تم یہ ملا
اگر صدق ہے جلد دوڑو ادھر
وہ رستہ چلو جو بتایا تمہیں
جو کرتے ہیں اس کیلئے جان فدا

کہاں ہیں جو اُنکے لیئے مرتے ہیں
جو ہر وا اِک اس کا دہی کرتے ہیں

کہاں ہیں جو ہوتے ہیں اُس پر نثار
جُھکاتے ہیں سر اپنے کر کے پیار

کہاں ہیں جو رکھتے ہیں صدق و ثبات
گُرو سے ملے جیسے شیر و نبات

کہاں ہیں کہ جب اس سے کچھ پاتے ہیں
تعشق سے قرباں ہوئے جاتے ہیں

کہاں ہیں جو الفت سے سرشار ہیں
جو مرنے کو بھی دل سے تیار ہیں

کہاں ہیں جو وہ بخل سے دور ہیں
محبت سے نانک کی معمور ہیں

کہاں ہیں جو اس رہ میں پُرجوش ہیں
گُرو کے تعشق میں بیہوش ہیں

کہاں ہیں وہ نانک کے عاشق کہاں
کہ آیا ہے نزدیک اب امتحاں

کہاں ہیں جو بھرتے ہیں الفت کا دم
اطاعت سے سر کو بنا کر قدم

اِدھر آئیں دیکھیں یہ تصویر ہے
یہی پاک چولا جہانگیر ہے

گرو جس کے اس رہ پہ ہو دیں فدا
وہ چیلہ نہیں جو نہ دے سر جھکا

اگر ہاتھ سے وقت جاوے نکل
تو پھر ہاتھ مل کے رونا ہے کل

نہ مردی ہے تیر اور تلوار سے
بنو مرد مردوں کے کردار سے

سنو آتی ہے ہر طرف سے صدا
کہ باطل ہے ہر چیز حق کے سوا

کوئی دن کے مہمان ہیں ہم تم سبھی
خبر کیا کہ پیغام آوے ابھی

گرو نے جو چولا بنایا شعار | دکھایا کہ اس رہ پہ ہوں میں نثار

وہ کیونکر ہو اُن نا سعیدوں سے شاد | جو رکھتے نہیں اُس سے کچھ اعتقاد

اگر مان لوگے گرو کا یہ واک | تو راضی کروگے اسے ہو کے پاک

وہ احمق ہیں جو حق کی راہ کھوتے ہیں | عبث ننگ و ناموس کو روتے ہیں

وہ سوچیں کہ کیا لکھ گیا پیشوا | وصیت ہیں کیا کہہ گیا بر ملا

کہ اسلام ہم اپنا دیں رکھتے ہیں | محمدؐ کی راہ پر یقیں رکھتے ہیں

اٹھو سونے والو کہ وقت آگیا | تمہارا گرو تم کو سمجھا گیا

نہ سمجھے تو آخر کو پچھتاؤگے | گرو کے سراپوں کا پھل پاؤگے

کوئی اس پاک سے جو دل لگاوے | کرے پاک آپ کو تب اُسکو پاوے

واہ رے نور صداقت خوب دکھلایا اثر | ہو گیا نانک نثار دین احمدؐ سر بسر

جب نظر پڑتی ہے اس چولہ کی ہر ہر لفظ پہ | سامنے آنکھوں کے آجاتا ہے وہ فرخ گہر

دیکھو اپنے دین کو وہ کس صدق سے دکھلا گیا | وہ بہادر تھا نہ رکھتا تھا کسی دشمن سے ڈر

اعجاز احمدی

کیوں نہیں لوگو تمہیں حق کا خیال | دل میں اٹھتا ہے میرے سو سو اُبال

آنکھ تر ہے دل میں میرے درد ہے | آگیوں ولوں پر اس قدر یہ گرد ہے
دل ہوا جاتا ہے ہر دم بے قرار | کس بیاباں میں نکالوں یہ بخار
ہو گئے ہم درد سے زیر و زبر | مر گئے ہم پر نہیں تمکو خبر
آسماں پر غافلو اک جوش ہے | کچھ تو دیکھو گر تمہیں کچھ ہوش ہے
ہو گیا دیں کفر کے حملوں سے چور | چپ رہے کب تک خداوند غیور
اس صدی کا بیسواں اب سال ہے | شرک و بدعت سے جہاں پامال ہے
بدگماں کیوں ہو خدا کچھ یاد ہے | افترا کی کب تلک بنیاد ہے
وہ خدا میرا جو ہے جوہر شناس | اک جہاں کو لا رہا ہے میرے پاس
لعنتی ہوتا ہے مرد مفتری | لعنتی کو کب ملے یہ سروری

نسیم دعوت

نام اس کا نسیم دعوت ہے | آریوں کے لئے یہ رحمت ہے
دل بیمار کا یہ درماں ہے | طالبوں کا یہ یار خلوت ہے
کفر کے زہر کو یہ ہے تریاق | ہر ورق اس کا جام صحت ہے
غور کر کے اسے پڑھو پیارو | یہ خدا کے لئے نصیحت ہے

خاکساری سے ہم نے دیکھا ہے
نہ تو سختی نہ کوئی شدت ہے

قوم سے مت ڈرو خدا سے ڈرو
آخر اس کی طرف ہی رحلت ہے

سخت دل کیسے ہوگئے ہیں لوگ
سر پہ طاعون ہے پھر بھی غفلت ہے

ایک دنیا ہے مر چکی اب تک
پھر بھی توبہ نہیں یہ حالت ہے

برائے فونوگراف

آواز آرہی ہے یہ فونوگراف سے
ڈھونڈو خدا کو دل سے نہ لاف و گزاف سے

جبتک عمل نہیں ہے دل پاک و صاف سے
کمتر نہیں یہ مشغلہ بت کے طواف سے

باہر اگر نہیں دل مردہ غلاف سے
حاصل ہی کیا ہے جنگ و جدال و خلاف سے

وہ دین ہی کیا ہے جس میں خدا سے نشاں نہ ہو
تائید حق نہ ہو مدد آسماں نہ ہو

مذہب بھی ایک کھیل ہے جبتک یقیں نہیں
جو نور سے تہی ہے خدا سے وہ دیں نہیں

دینِ خدا وہی ہے جو ہے وہ خدا نما
کس کام کا ہے وہ دیں جو نہ ہووے گرہ کشا

جنکا یہ دیں نہیں ہے نہیں ان میں کچھ بھی دم
دنیا سے آگے ایک بھی چلتا نہیں قدم

وہ لوگ جو کہ معرفتِ حق میں خام ہیں
بت ترک کرکے پھر بھی بتوں کے غلام ہیں

سونیوالو جلد جاگو یہ نہ وقت خواب ہے
جو خبر دی وحی حق نے اس سے دل بیتاب ہے
زلزلہ سے دیکھتا ہوں میں زمیں زیر و زبر
وقت اب نزدیک ہے آیا کھڑا سیلاب ہے
ہے سر راہ پہ کھڑا نیکوں کی وہ مولا کریم
نیک کو کچھ غم نہیں ہے گو بڑا گرداب ہے
کوئی کشتی اب بچا سکتی نہیں اس سیل سے
حیلے سب جاتے رہے اک حضرت تواب ہے

زندگی بخش جام احمد ہے
کیا ہی پیارا یہ نام احمد ہے
لاکھ ہوں انبیا مگر بخدا
سب سے بڑھ کر مقام احمد ہے
باغ احمد سے ہمنے پھل کھایا
میرا بستاں کلام احمد ہے
ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اُس سے بہتر غلام احمد ہے

سناتن دھرم

اے آریہ سماج پھنسو مت عذاب میں
کیوں مبتلا ہو یارو خیال خراب میں
اے قوم آریہ تیرے دل کو یہ کیا ہوا
تو جاگتی ہے پر تیری باتیں ہیں خواب میں
کیا وہ خدا جو ہے تیری جاں کا خدا نہیں
ایماں کی بو نہیں ہے ترے ایسے جواب میں
گر عاشقوں کی روح نہیں اسکے ہاتھ سے
پھر کس نے لکھ دیا ہے وہ ونکی کتاب میں
جس سوز میں ہیں اسکے لئے عاشقوں کی دل
اتنا تو ہم نے سوز نہ دیکھا کباب میں

جاتم هدال دیتا ہے اسکو جو مر چکا
ملتا ہے وہ اسیکو جو وہ خاک میں ملا
ہوتا ہے وہ اسیکا جو اسکا ہی ہوگیا
پھولوں کو جاکے دیکھو اسی سے وہ آب ہے
خوبوں کے حسن میں بھی اسی کا وہ نور ہے
اسکی طرف ہی ہاتھ ہر اک تار زلف کا
ہر چشم مست دیکھو اسیکو دکھاتی ہے
جب مورکھوں کو اسکا سو نیپا کے یقین نہیں
قدرت سے اس قدیر کی انکار کرتے ہیں
دل میں نہیں کہ دیکھیں وہ اس پاک ذات کو
ہمکو تو اے عزیز دکھا اپنا وہ جمال

کچھ بھی نہیں ہے فرق یہاں شیخ و شباب میں
ظاہر کی قیل و قال بھلا کس حساب میں
ہے اسکی گود میں جو گرا اس جناب میں
چمکے اسی کا نور ہے وہ آفتاب میں
کیا چیز حسن ہے وہی چمکا حجاب میں
ہجراں سے اسکے رہتی ہے وہ پیچ و تاب میں
ہر دل اسی کے عشق سے ہے التہاب میں
پانی کو ڈھونڈتے ہیں عبث وہ سراب میں
بکتے ہیں جیسے غرق کوئی ہو شراب میں
ڈرتے ہیں قوم سے کہ نہ پکڑیں عتاب میں
کب تک وہ منہ رہیگا حجاب و نقاب میں

اے دوستو جو پڑھتے ہو اُم الکتاب کو
سوچو دعائے فاتحہ کو پڑھ کے بار بار
دیکھو خدا نے تم کو بتائی دعا یہی

اب دیکھو میری آنکھوں سے اس آفتاب کو
کرتی ہے یہ تمام حقیقت کو آشکار
اس کے حبیب نے بھی پڑھائی دعا یہی

پڑھتے ہو پنجوقت اسی کو نماز میں	جاتے ہو اسکی رو سے در بے نیاز میں
اسکی قسم کہ جس نے یہ سورۃ اتاری ہے	اس پاک دل پہ جسکی وہ صورت پیاری ہے
یہ میرے رب سے میرے لئے اک گواہ ہے	یہ میرے صدق دعویٰ پہ مہر الٰہ ہے
میرے مسیح ہونے پہ یہ اک دلیل ہے	میرے لئے یہ شاہد ربّ جلیل ہے
پھر میرے بعد اوروں کی ہے انتظار کیا	توبہ کرو کہ جینے کا ہے اعتبار کیا
ایام الصلح صفحہ ۱۴۲	
کوئی جو مردوں کے عالم میں جاوے	وہ خود ہو مردہ تب وہ راہ پاوے
کہو زندوں کا مُردوں سے ہی کیا جوڑ	یہ کیونکر ہو کوئی ہم کو بتاوے
الندا من وحی السما	
سونے والو جلد جاگو یہ نہ وقت خواب ہے	جو خبر دی وحیِ حق نے اس سے دل بیتاب ہے
زلزلہ سے دیکھتا ہوں میں زمیں زیر و زبر	وقت اب نزدیک ہے آیا کھڑا سیلاب ہے
ہے سرِ راہ پر کھڑا نیکوں کی وہ مولیٰ کریم	نیک کو کچھ غم نہیں ہے گو بڑا گرداب ہے
کوئی کشتی اب بچا سکتی نہیں اس سیل سے	حیلے سب جاتے رہے اک حضرت تواب ہے
دیگر از چشمہ مسیحی	
دوستو اجاگو کہ اب پھر زلزلہ آنیکو ہے	پھر خدا قدرت کو اپنی جلد دکھلانیکو ہے

وہ جو ماہ فروری میں تم نے دیکھا زلزلہ
تم یقیں سمجھو کہ وہ اک زجر سمجھانیکو ہی

آنکھ کے پانی سے یارو کچھ گرد اسکا
آسماں اے غافلو اب آگ برسانیکو ہی

کیوں نہ آویں زلزلے تقویٰ کی راہ گم ہو گئی
اِک مسلماں بھی مسلماں صرف کہلانیکو ہی

کس نے مانا مجھکو ڈر کر کسنے چھوڑا بغض و کیں
زندگی اپنی تو اُن سے گالیاں کھانیکو ہے

کافر و دجال اور فاسق ہمیں سب کہتے ہیں
کون ایماں صدق اور اخلاص سے لانیکو ہی

جسکو دیکھو بدگمانی میں ہی حد سے بڑھ گیا
گر کوئی پوچھے تو سو سو عیب بتلانیکو ہی

چھوڑتے ہیں دین کو اور دنیا سے کرتے ہیں پیار
سو کریں وعظ و نصیحت کون پچھتانے کو ہی

ہاتھ سے جاتا ہے دل دیں کی مصیبت دیکھکر
پر خدا کا ہاتھ اب اس دل کو ٹھہرانیکو ہی

اسلئے اب غیرت اُسکی کچھ تمہیں دکھلائیگی
ہر طرف یہ آفتِ جاں ہاتھ پھیلانیکو ہی

موت کی رہ سے ملیگی اب تو دیں کو کچھ مدد
ورنہ دیں اے دوستو اک روز مرجانیکو ہی

یا تو اک عالم تھا قرباں اُسپہ آئے یہ دن
ایک عبد العبد بھی اس دینکو جھٹلانیکو ہی

دیگر

پھر چلے آتے ہیں یارو زلزلہ آنیکے دن
زلزلہ کیا اس جہاں سے کوچ کر جانیکے دن

تم تو ہو آرام میں پر اپنا قصہ کیا کہیں
پھٹتے ہیں آنکھوں کے آگے سخت گھبرانیکے دن

کیوں غضب بھڑکا خدا کا مجھ سے پوچھو غافلو
ہو گئے ہیں اسکا موجب میرے جھٹلانیکے دن

غیر کیا جانے کہ غیرت اُسکی کیا دکھلائے گی
خود بتائے گا انہیں وہ یار بتلانے کے دن

وہ چمک دکھلائیگا اپنے نشاں کی پنج بار
یہ خدا کا قول ہے سمجھو گے سمجھانے کے دن

طالبو آپکو مبارک ہو کہ اب نزدیک ہیں
اس مرے محبوب کے چہرہ دکھلانے کے دن

وہ گھڑی آتی ہے جب عیسیٰ پکاریںگے مجھے
اب تو تھوڑے رہ گئے دجال کہلانے کے دن

اے میرے پیارے یہی میری دعا ہے روز و شب
گو وہ دن میں تیرے ہی ہیں ہم اس خوں دل کھانے کے دن

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
فضل کا پانی پلا اس آگ برسانے کے دن

اے میرے یار یگانہ اے میری جاں کی پناہ
کر تو اپنے کرم سے وہ دین کے پھیلانے کے دن

پھر بہارِ دین کی دکھلا اے میرے پیارے قدیر
کب تلک دیکھیںگے ہم لوگوں کے بہکانے کے دن

دن چڑھا ہے دشمنانِ دین کا ہم پر رات ہے
اے مرے سورج دکھا اس دین کے چمکانے کے دن

دل گھٹا جاتا ہے ہر دم جاں بھی ہے زیر و زبر
اک نظر فرما کہ جلد آئیں تیرے آنے کے دن

چہرہ دکھلا کر مجھے کر دیجئے غم سے رہا
کب تلک لمبے چلے جائیںگے ترسانے کے دن

کچھ خبر لے تیرے کوچہ میں یہ کس کا شور ہے
کیا مرے دلدار تو آئیگا مر جانے کے دن

ڈوبنے کو ہے یہ کشتی اے مرے آ ناخدا
آ گئے اس باغ پر اے یار مرجھانے کے دن

تیرے ہاتھوں سے میرے پیارے اگر کچھ ہو تو ہو
ورنہ دیں میت ہے اور یہ دن ہیں دفنانے کے دن

اک نشاں دکھلا کہ اب دین ہو گیا ہے بے نشاں
دل چلا ہے ہاتھ سے لا جلد ٹھہرانے کے دن

میرے دلکی آگ نے آخر دکھایا کچھ اثر
آگئے ہیں اب زمیں آگ بھڑکانیکے دن

جب سے میرے ہوش غم سی دیکھے ہیں جاتے رہے
طور دنیا کے بھی بدلے اپنے دیوانیکے دن

چاند اور سورج نی دکھلائے ہیں دو داغ کسوف
پھر زمیں بھی تھی گئی بیتاب تھرانیکے دن

کون روتا ہے کہ جس سے آسماں بھی رو پڑا
لرزہ آیا اس زمیں پر اسکے چلانیکے دن

صبر کی طاقت جو تھی وہ اپنے رہا نہیں
میرے لبر اب دکھا اس دینکے بہلانیکے دن

دوستو! اُس یار نے دینکی مصیبت دیکھ لی
آئینگے اس باغ کے اب جلد لہرانیکے دن

اک بڑی مدت سے دیں کو کفر کھاتا رہا
اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانیکے دن

دن بہت ہیں سخت اور خوف و خطر درپیش ہے
پر یہی ہیں دوستو اُس یار کے پانی کے دن

دین کی نصرت کیلئے اک آسمانپر شور ہے
اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن

چھوڑ دو وہ راگ جسکو آسمان گاتا نہیں
اب تو ہیں اے دلکے اندھو دینکے گن گانیکے دن

خدمت دیں کا تو کھو بیٹھے ہو بغض و کیں سے وقت
اب نہ جائیں ہاتھ سی لوگو یہ پچھتانے کے دن

شکر و دعا

بزبان ام المومنین

ہے عجب میرے خدا میرے پہ احسان تیرا
ایک ذرہ بھی نہیں تو نے کیا مجھ سے فرق
سر سے پا تک ہیں الٰہی تیرے احسان مجھ پر
تو نے اس عاجزہ کو چار دیئے ہیں لڑکے
پہلا فرزند ہے محمود و مبارک چوتھا
تو نے ان چار دن کی پہلے بشارت دی تھی
تیرے احسانوں کا کیونکر ہو بیاں اے پیارے
تخت پر شاہی کے ہی مجھکو بٹھایا تو نے
کس زباں سے میں کروں شکر کہاں ہے وہ زباں
تو نے وہ لطف کئے مجھ پہ جو برتر از خیال
چن لیا تو نے مجھے اپنے مسیحا کے لئے
کسکے دلمیں تھے ارادے یہ تھی کسکو خبر

کسطرح شکر کروں اے میرے سلطان تیرا
میرے اس جسم کا ہر ذرہ ہو قرباں تیرا
مجھ پہ برسا ہے سدا فضل کا باران تیرا
تیری بخشش ہے یہ اور فضل نمایاں تیرا
دونونکے بیچ بشیر اور شریفاں تیرا
تو وہ حاکم ہے کہ ٹلتا نہیں فرماں تیرا
مجھ پہ بیحد ہے کرم اے میرے جاناں تیرا
دین و دنیا میں ہوا مجھ پہ یہ احسان تیرا
کہ میں ناچیز ہوں اور رحم فراواں تیرا
ذات برتر ہے تری پاک ہے ایوان تیرا
سب سے پہلے یہ کرم ہے مرے جاناں تیرا
کون کہتا تھا کہ یہ بخت ہے رخشاں تیرا

پر مرے پیارے یہی کام ترے ہوتے ہیں
فضل سے اپنے بچا مجھ کو ہر اک آفت سے
کوئی ضائع نہیں ہوتا جو ترا طالب ہو
آسماں پہ سے فرشتے بھی مدد کرتے ہیں
جس نے دل تجھ کو دیا ہو گیا سب کچھ اسکا
اہل حق ہی جنت میں جائیں بے ریب و گماں
میری اولاد کو ایسے ہی تو کر دے پیارے
عمر دے رزق دے اور عافیت و صحت بھی
اب مجھے زندگی میں انکی مصیبت نہ دکھا
اس جہاں کے نہ بنیں کیڑے ہو فضل انپر
غیر ممکن ہے کہ تدبیر سے پاؤں یہ مراد
بادشاہی ہے تیری ارض و سما دونوں میں
میرے پیارے مجھے ہر درد و مصیبت سے بچا
صبر جیسے پہلے تھا اب مجھ میں نہیں ہے پیارے
ہر مصیبت سے بچائے میرے آقا ہر دم

ہے یہی فضل تری شان کے شایاں تیرا
صدق سے ہم نے لیا ہاتھ میں داماں تیرا
کوئی رسوا نہیں ہوتا جو ہے جویاں تیرا
کوئی ہو جائے اگر بندہ فرماں تیرا
سب ثنا کرتے ہیں جب ہو وے ثناخواں تیرا
وہ جو اک پختہ توکل ہے نگہباں تیرا
دیکھیں آنکھ سے وہ چہرہ نمایاں تیرا
سب سے بڑھ کر یہ کہ پا جائیں وہ عرفاں تیرا
بخشدے میرے گناہ اور جو عصیاں تیرا
ہر کوئی انہیں سے کہلائے مسلماں تیرا
بات جب بنتی ہے جب سارا ہو ساماں تیرا
حکم چلتا ہے ہر اک ذرہ پہ ہر آں تیرا
تو ہے غفار یہی کہتا ہے قرآں تیرا
دکھ سے اب مجھ کو بچا نام ہے رحمٰن تیرا
حکم تیرا ہے زمیں تیری ہے دوراں تیرا

براہین احمدیہ حصہ پنجم نصرت الحق صفحہ اوّل

ہے شکر ربّ عزوجل خارج از بیاں — جسکی کلام سے ہمیں اسکا ملا نشاں

وہ روشنی جو پاتے ہیں ہم اس کتاب میں — ہوگی نہیں کبھی وہ ہزار آفتاب میں

اس سے ہمارا پاک دل و سینہ ہوگیا — وہ اپنے منہ کا آپ ہی آئینہ ہوگیا

اس نے درختِ دل کو معارف کا پھل دیا — ہر سینہ شک سے دھو دیا ہر دل بدل دیا

اس سے خدا کا چہرہ نمودار ہوگیا — شیطاں کا مکر و وسوسہ یکبار ہوگیا

وہ رہ جو ذاتِ عزوجل کو دکھاتی ہے — وہ رہ جو دل کو پاک و مطہر بناتی ہے

وہ رہ جو یارِ گم شدہ کو کھینچ لاتی ہے — وہ رہ جو جامِ پاک یقیں کا پلاتی ہے

وہ رہ جو اس کے ہونے پہ محکم دلیل ہے — وہ رہ جو اسکے پانیکی کامل سبیل ہے

اس نے ہر ایک کو وہی رستہ دکھا دیا — جتنے شکوک و شبہ تھے سب کو مٹا دیا

افسردگی جو سینوں میں تھی دور ہوگئی — ظلمت جو تھی دلوں میں وہ سب نور ہوگئی

جو دور تھا خزاں کا وہ بدلا بہار سے — چلنے لگی نسیم عنایاتِ یار سے

جاڑے کی رُت ظہور سے اسکی پلٹ گئی — عشق خدا کی آگ ہر اک دلمیں اٹ گئی

جتنے درخت زندہ تھے وہ سب ہوئے ہرے — پھل اس قدر پڑا کہ وہ میووں سے لد گئے

موجوں سے اس کی پردے وساوس کے پھٹ گئے
جو کفر اور فسق کے ٹیلے تھے کٹ گئے

قرآں خدا نما ہے خدا کا کلام ہے
بے اسکے معرفت کا چمن ناتمام ہے

جو لوگ شک کی سردیوں سے تھرتھراتے ہیں
اس آفتاب سے وہ عجب دھوپ پاتے ہیں

دنیا میں جسقدر ہے مذاہب کا شور و شر
سب قصہ گو ہیں نور نہیں ایک ذرہ بھر

پر یہ کلام نور خدا کو دکھاتا ہے
اسکی طرف نشانوں کے جلوہ سے لاتا ہے

جس دیں کا صرف قصوں پہ سارا مدار ہے
وہ دیں نہیں ہے اک فسانہ گذار ہے

سچ پوچھیئے تو قصوں کا کیا اعتبار ہے
قصوں میں جھوٹ اور خطا بیشمار ہے

ہے دیں وہی کہ صرف وہ اک قصہ گو نہیں
زندہ نشانوں سے ہے دکھاتا رہ یقیں

ہے دیں وہی کہ جس کا خدا آپ ہو عیاں
خود اپنی قدرتوں سے دکھا دے کہ ہے کہاں

جو معجزات سنتے ہو قصوں کے رنگ میں
انکو تو پیش کرتے ہیں سب بحث و جنگ میں

جتنے ہیں فرقے سب کا یہی کاروبار ہے
قصوں میں معجزوں کا بیاں بار بار ہے

پر اپنے دیں کا کچھ بھی دکھاتے نہیں نشاں
گویا وہ رب ارض و سما اب ہے ناتواں

گویا اب اس میں طاقت و قدرت نہیں رہی
وہ سلطنت وہ زور وہ شوکت نہیں رہی

یا یہ کہ اب خدا میں وہ رحمت نہیں رہی
نیت بدل گئی ہے وہ شفقت نہیں رہی

ایسا گماں خطا ہے کہ وہ ذات پاک ہے
ایسے گماں کی نوبت آخر ہلاک ہے

سچ ہے یہی کہ ایسے مذاہب ہی مر گئے
اب ان میں کچھ نہیں ہے کہ جاں ہی گذر گئی

پابند ایسے دینوں کے دنیا پرست ہیں
غافل ہیں ذوق یار سے دنیا میں مست ہیں

مقصود انکا جینے سے دنیا کمانا ہے
مومن نہیں ہیں وہ کہ قدم فاسقانہ ہے

تم دیکھتے ہو کیسے لہو پر ہیں انکے رنگ
دنیا ہی ہو گئی ہے غرض دیں سے آئے تنگ

وہ دیں ہی چیز کیا ہے کہ جو رہنما نہیں
ایسا خدا ہی اسکا کہ گویا خدا نہیں

پھر اس سے سچی راہ کی عظمت ہی کیا رہی
توحید خشک رہ گئی نعمت ہی کیا رہی

لوگو! سنو! کہ زندہ خدا وہ خدا نہیں
جسمیں ہمیشہ عادت قدرت نما نہیں

مردہ پرست ہیں وہ جو قصہ پرست ہیں
پس اسلیئے وہ مورد ذل و شکست ہیں

بن دیکھے دل کو دوستو پڑتی نہیں ہے کل
قصوں سے کیسے پاک ہو یہ نفس پر خلل

کچھ کم نہیں یہودیوں میں یہ کہانیاں
پر دیکھو کیسے ہو گئے شیطاں سے ہم عناں

ہر دم نشان تازہ کا محتاج ہے بشر
قصوں سے معجزات کے ہوتا ہے کب اثر

کیونکر ملے فسانوں سے وہ دلبر ازل
گر اک نشاں ہی ملتا ہے سب زندگی کا پھل

قصوں کا یہ اثر ہے کہ دل پر فساد ہے
ایماں زباں پہ سینہ میں حق سے عناد ہے

دنیا کی حرص و آز میں یہ دل ہیں مر گئے
غفلت میں ساری عمر بسر اپنی کر گئے

اے سونیوالو جاگو کہ وقت بہار ہے
اب دیکھو آکے در پہ ہمارے وہ یار ہے

کیا زندگی کا ذوق اگر وہ نہیں ملا — لعنت ہے ایسی جینے پہ گر اس سے ہیں جدا
اس رخ کو دیکھنا ہی تو ہے اصل مدعا — جنت بھی ہے یہی کہ ملے یار آشنا
اے حُب جاہ والو یہ رہنے کی جا نہیں — اس میں تو پہلے لوگوں سے کوئی رہا نہیں
دیکھو تو جا کے ان کے مقابر کو اک نظر — سوچو کہ اب سلف ہیں تمہارے گئے کدھر
اکدن وہی مقام تمہارا مقام ہے — اکدن یہ صبح زندگی کی تم پہ شام ہے
اکدن تمہارا لوگ جنازہ اٹھائیں گے — پھر دفن کر کے گھر میں تاسف سے آئینگے
اے لوگو! عیش دنیا کو ہرگز وفا نہیں — کیا تم کو خوف مرگ خیال فنا نہیں
سوچو کہ باپ دادے تمہارے کدھر گئے — کس نے بلا لیا وہ سبھی کیوں گذر گئے
وہ دن بھی ایک دن تمہیں یارو نصیب ہے — خوش مت رہو کہ کوچ کی نوبت قریب ہے
ڈھونڈو وہ راہ جس سے دل و سینہ پاک ہو — نفس دنی خدا کی اطاعت میں خاک ہو
ملتی نہیں عزیزو فقط قصوں سے یہ راہ — وہ روشنی نشانوں سے آتی ہے گاہ گاہ
وہ لغو دیں ہے جسمیں فقط قصہ جات ہیں — ان سے رہیں الگ جو سعید الصفات ہیں
صد حیف اس زمانہ میں قصوں پہ ہی مدار — قصوں پہ سارا دیں کی سچائی کا انحصار
پر نقد معجزات کا کچھ بھی نشاں نہیں — پس یہ خدائے قصہ خدائے جہاں نہیں
دنیا کو ایسے قصوں نے یکسر تبہ کیا — مشرک بنا کے کفر دیا ۔ رو سیہ کیا

جسکو تلاش ہے کہ ملے اس کو کردگار
اس کے لئے حرام جو قصوں پہ ہو نثار

اس کا تو فرض ہے کہ وہ ڈھونڈے ہی خدا کا نور
تا ہووے شک و شبہ سبھی اسکے دل سے دور

تا اسکے دل پہ نور یقیں کا نزول ہو
تا وہ جناب عزوجل میں قبول ہو

قصوں سے پاک ہونا کبھی کیا مجال ہے
سچ جانوں یہ طریق سراسر محال ہے

قصوں سے کب نجات ملے ہے گناہ سے
ممکن نہیں وصال خدا ایسی راہ سے

مردہ سے کب امید کہ وہ زندہ کر سکے
اس سے تو خود محال کہ رہ بھی گذر سکے

وہ راہ جو یار گم شدہ کو ڈھونڈ لاتی ہے
وہ رہ جو جام پاک یقیں کا پلاتی ہے

وہ تازہ قدرتیں جو خدا پر دلیل ہیں
وہ تازہ طاقتیں جو یقیں کی سبیل ہیں

ظاہر ہے یہ کہ قصوں میں انکا اثر نہیں
افسانہ گو کو راہ خدا کی خبر نہیں

اس بے نشاں کی چہرہ نمائی نشاں سے ہے
سچ ہے کہ سب ثبوت خدائی نشاں سے ہے

کوئی بتلائے ہمکو کہ غیروں میں یہ کہاں
قصوں کی چاشنی میں حلاوت کا کیا نشاں

یہ ایسے مذہبوں میں کہاں ہے دکھائیے
ورنہ گزاف قصوں پہ ہرگز نہ جائیے

عجب ہے کہ قصے ہو گئے مقصود راہ میں
آگے قدم ہے قوم کا ہر دم گناہ میں

تم دیکھتے ہو قوم میں عفت نہیں رہی
وہ صدق و صفا وہ طہارت نہیں رہی

مومن کے جو نشاں ہیں وہ حالت نہیں رہی
اس یار بے نشاں کی محبت نہیں رہی

اک سیل چل رہا ہے گناہوں کا زور سے
سنتے نہیں ہیں کچھ بھی معاصی کے شور سے

کیوں بڑھ گئے زمیں پہ بُرے کام اس قدر
کیوں ہو گئے عزیز! یہ سب لوگ کور و کر

کیوں اب تمہارے دل میں صدق و صفا نہیں
کیوں اس قدر ہے فسق کہ خوف حیا نہیں

کیوں زندگی کی چال بھی فاسقانہ ہے
کچھ اک نظر کرو کہ یہ کیسا زمانہ ہے

اس کا سبب یہی ہے کہ غفلت ہی چھا گئی
دنیائے دوں کی دل میں محبت سما گئی

تقوی کے جامے جتنے تھے سب چاک ہو گئے
جتنے خیال دل میں تھے ناپاک ہو گئے

ہر دم کے خبث و فسق سے دل پر پڑے حجاب
آنکھوں سے ان کی چھپ گیا ایماں کا آفتاب

جس کو خدائے عزوجل پر یقیں نہیں
اس بدنصیب شخص کا کوئی بھی دیں نہیں

پر وہ سعید جو کہ نشانوں کو پاتے ہیں
وہ اس سے مل کے دل کو اسی سے لگاتے ہیں

وہ اُس کے ہو گئے ہیں اسی سے وہ جیتے ہیں
ہر دم اسی کے ہاتھ سے اک جام پیتے ہیں

جس مے کو پی لیا ہے وہ اس سے ہی مست ہیں
سب دشمن اُنکے ان کے مقابل میں پست ہیں

کچھ ایسے مست ہیں وہ رخِ خوب یار سے
ڈرتے کبھی نہیں ہیں وہ دشمن کے وار سے

ان سے خدا کے کام سبھی معجزانہ ہیں
یہ اس لئے کہ عاشق یار یگانہ ہیں۔

ان کو خدا نے غیروں سے بخشی ہے امتیاز
ان کے لئے نشاں کو دکھاتا ہے کارساز

جب دشمنوں کی ہاتھ سے وہ تنگ آتے ہیں
جب بدشعار لوگ انہیں کچھ ستاتے ہیں

جب ان کے مارنیکے لئے چال چلتے ہیں
تب وہ خدائے پاک نشاں کو دکھاتا ہے

کہتا ہے یہ تو بندۂ عالی جناب ہے
اس ذات پاک سے جو کوئی دل لگاتا ہے

جنکو نشانِ حضرت باری ہوا نصیب
کھنچے گئے کچھ ایسے کہ دنیا سے سو گئے

بن دیکھے کیسے پاک ہو انساں گناہ سے
تصویر شیر سے نڈرے کوئی گوسپند

پھر وہ خدا جو مردہ کی مانند ہے پڑا
ایسے خدا کے خوف سے دل کیسے پاک ہو

بن دیکھے کس طرح کسی مہ رخ پہ آئے دل
دیدار گر نہیں ہے تو گفتار ہی سہی

جب تک خدائے زندہ کی تم کو خبر نہیں
سو روگ کی دوا یہی وصل الہی ہے

پر جسں خدا کے ہونیکا کچھ بھی نہیں نشاں
جب ان سے جنگ کرنیکو باہر نکلتی ہیں

غیروں پہ اپنا رعب نشاں سے جماتا ہے
مجھ سے لڑو اگر تمہیں لڑنے کی تاب ہے

آخر وہ اُس کے رحم کو ایسا ہی پاتا ہے
وہ اس جناب پاک سے ہر دم ہوئے قریب

کچھ ایسا نور دیکھا کہ اس کے ہی ہو گئے
اس جام سے نکلتے ہیں لوگ اسکی جا بجا

نے مار مر دہ سے ہے کچھ اندیشۂ گزند
بس کیا امید ایسے سے اور خوف اس سے کیا

سینہ میں اس کے عشق سے کیونکر تپاک ہو
کیونکر کوئی خیالی صنم سے لگائے دل

حسن و جمالِ یار کے آثار ہی سہی
بے قید اور دلیر ہو کچھ دل میں ڈر نہیں

اس قید میں ہر ایک گنہ سے رہائی ہے
کیونکر نثار ایسے پہ ہو جائے کوئی جاں

ہر چیز میں خدا کی ضیا کا ظہور ہے
پر پھر بھی غافلوں سے وہ دلدار دور ہے

جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

عاشق جو ہیں وہ یار کو مر مر کے پاتے ہیں
جب مر گئے تو اسکی طرف کھنچے جاتے ہیں

یہ راہ تنگ ہے پہ یہی ایک راہ ہے
دلبر کی مرنیوالوں پہ ہر دم نگاہ ہے

ناپاک زندگی ہے جو دوری میں کٹ گئی
دیوار زہد خشک کی آخر کو پھٹ گئی

زندہ وہی ہیں جو کہ خدا کے قریب ہیں
مقبول بنکے اسکے عزیز و حبیب ہیں

وہ دُور ہیں خدا سے جو تقویٰ سے دور ہیں
ہر دم اسیر نخوت و کبر و غرور ہیں

تقویٰ یہی ہے یارو کہ نخوت کو چھوڑ دو
کبر و غرور و بخل کی عادت کو چھوڑ دو

اس بے ثبات گھر کی محبت کو چھوڑ دو
اُس یار کے لئے رہ عشرت کو چھوڑ دو

لعنت کی ہے یہ راہ سو لعنت کو چھوڑ دو
ورنہ خیال حضرتِ عزت کو چھوڑ دو

تلخی کی زندگی کو کرو صدق سے قبول
تا تم پہ ہو ملائکہ عرش کا نزول

اسلام چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا
ترکِ رضائے خویش پئے مرضی خدا

جو مر گئے انہی کے نصیبوں میں ہے حیات
اس راہ میں زندگی نہیں ملتی بجز ممات

شوخی و کبر دیو لعین کا شعار ہے
آدم کی نسل وہ ہے جو وہ خاکسار ہے

اے کرم خاک چھوڑ دے کبر و غرور کو
زیبا ہے کبر حضرتِ ربِ غیور کو

بدتر نہ ہو ہر ایک سے اپنے خیال میں ۔ شاید اسی سے دخل ہو دارالوصال میں
چھوڑو غرور و کبر کہ تقویٰ اسی میں ہے ۔ ہو جاؤ خاک مرضیٔ مولیٰ اسی میں ہے
تقویٰ کی جڑ خدا کے لئے خاکساری ہے ۔ عفت جو شرط دیں ہے وہ تقویٰ میں آ رہی ہے
جو لوگ بدگمانی کو شیوہ بناتے ہیں ۔ تقویٰ کی راہ سے وہ بہت دور جاتے ہیں
بے احتیاط ان کی زباں وار کرتی ہے ۔ اک دم میں اس علیم کو بیزار کرتی ہے
اک بات کہہ کے اپنے عمل سارے کھوتے ہیں ۔ پھر شوخیوں کا بیج ہر اک وقت بوتے ہیں
کچھ ایسے سو گئے ہیں ہمارے یہ ہم وطن ۔ اٹھتے نہیں ہیں ہم نے سو سو کئے جتن
سب عضو سست ہو گئے غفلت ہی چھا گئی ۔ قوت تمام نوک زباں میں ہی آگئی
یا بدزباں دکھاتے ہیں یا ہیں وہ بدگماں ۔ باقی خبر نہیں ہے کہ اسلام ہے کہاں
تم دیکھ کر بھی بد کو بچو بدگماں سے ۔ ڈرتے رہو عقاب خدائے جہاں سے
شاید تمہاری آنکھ ہی کر جائے کچھ خطا ۔ شاید وہ بد نہ ہو جو تمہیں ہے وہ بد نما
شاید تمہاری فہم کا ہی کچھ قصور ہو ۔ شاید وہ آزمائش رب غفور ہو
پھر تم تو بدگمانی سے اپنی ہوئے ہلاک ۔ خود سر پہ اپنے لے لیا خشم خدائے پاک
گر ایسے تم دلیریوں میں بے حیا ہوئے ۔ پھر اتقا کے سوچو کہ معنے ہی کیا ہوئے
موسیٰ بھی بدگمانی سے شرمندہ ہو گیا ۔ قرآں میں خضر نے جو کہا تھا پڑھو ذرا

بندوں میں اپنے بھید خدا کے ہیں صد ہزار
تمکو نہ علم ہے نہ حقیقت ہے آشکار

پس تم ہو ایک بات کے کہنے سے مر گئے
یہ کیسی عقل تھی کہ براہِ خطر گئے

بدبخت تر تمام جہاں سے وہی ہوا
جو ایک بات کہہ کے ہی دوزخ میں جا گرا

پس تم بچاؤ اپنی زباں کو فساد سے
ڈرتے رہو عقوبتِ رب العباد سے

دو عضو اپنے جو کوئی ڈر کر بچائے گا
سیدھا خدا کے فضل سے جنت میں جائیگا

وہ اک زباں ہے عضوِ نہانی ہے دوسرا
یہ ہے حدیثِ سیّدنا سید الورےٰ

پر وہ جو مجھکو کاذب و مکار کہتے ہیں
اور مفتری و کافر و بدکار کہتے ہیں

ان کے لئے تو بس ہے خدا کا یہی نشاں
یعنے وہ فضل اس کے جو مجھ پر ہیں ہر زماں

دیکھو خدا نے ایک جہاں کو جھکا دیا
گمنام پا کے شہرۂ عالم بنا دیا

جو کچھ مری مراد تھی سب کچھ دکھا دیا
میں اک غریب تھا مجھے بے انتہا دیا

دنیا کی نعمتوں سے کوئی بھی نہیں رہی
جو اُس نے مجھ کو اپنی عنایات سے نہ دی

ایسے بدوں سے اُس کے ہوں ایسے معاملات
کیا یہ نہیں کرامت و عادت سے بڑھکر بات

جو مفتری ہے اس سے یہ کیوں اتحاد ہے
کس کو نظیر ایسی عنایت کی یاد ہے

مجھ پر ہر اک نے وار کیا اپنے رنگ میں
آخر ذلیل ہو گئے انجام جنگ میں

ان کینوں میں کسی کو بھی ارماں نہیں رہا
سب کی مراد تھی کہ میں دیکھوں فنا

تھے چاہتے کہ مجھکو دکھائیں عدم کی راہ
یا حاکموں سے پھانسی دلاکے کریں تباہ

یا کم سے کم یہ ہو کہ میں زندان میں جا پڑوں
یا یہ کہ ذلتوں سے میں ہو جاؤں سرنگوں

یا مخبری سے ان کی کوئی اور ہی بلا
آجائے مجھ پہ یا کوئی مقبول ہو دعا

پس ایسے ہی ارادوں سے کرکے مقدمات
چاہا گیا کہ دن مرا ہو جائے مجھ پہ رات

کوشش بھی وہ ہوئی کہ جہاں نہیں ہو کبھی
پھر اتفاق وہ کہ زماں میں نہ ہو کبھی

مجھکو ہلاک کرنیکو سب ایک ہو گئے
سمجھا گیا میں بد پہ وہ سب نیک ہو گئے

آخر کو وہ خدا جو کریم و قدیر ہے
جو عالم القلوب و علیم و خبیر ہے

اترا مری مدد کیلئے کرکے عہد یاد
پس رہ گئے وہ سارے سیہ رو و نامراد

کچھ ایسا فضل حضرت رب الوریٰ ہوا
سب دشمنوں کے دیکھکے اوسان ہوئے خطا

اک قطرہ اُس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اُسی نے ثریا بنا دیا

میں تھا غریب و بیکس و گمنام و بے ہنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر

لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی
میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی

اب دیکھتے ہو کیسا رجوع جہاں ہوا
اک مرجع خواص یہی قادیاں ہوا

پر پھر بھی جنکی آنکھ تعصب سے بند ہے
ان کی نظر میں حال مرا ناپسند ہے

میں مفتری ہوں اُنکی نگاہ و خیال میں
دنیا کی خیر ہے مری موت و زوال میں

لعنت ہے مفتری پہ خدا کی کتاب میں
عزت نہیں ہے ذرہ بھی اسکی جناب میں

توریت میں بھی نیز کلام مجید میں
لکھا گیا ہے رنگِ وعیدِ شدید میں

کوئی اگر خدا پہ کرے کچھ بھی افترا
ہوگا وہ قتل ہے یہی اس جرم کی سزا

پھر یہ عجیب غفلتِ ربِّ قدیر ہے
دیکھے ہی ایک کو کہ وہ ایسا شریر ہے

پچیس سال سے ہے وہ مشغول افترا
ہر دن ہر ایک رات یہی کام ہو رہا

ہر روز اپنے دل سے بناتا ہے اک بات
کہتا ہے یہ خدا نے کہا مجھ کو آج رات

پھر بھی وہ ایسے شوخ کو دیتا نہیں سزا
گویا نہیں ہے یاد جو پہلے سے کہہ چکا

پھر یہ عجیب تر ہے کہ جب حامیانِ دیں
ایسے کے قتل کرنیکو فاعل ہوں یا معین

کرتا نہیں ہے ان کی مدد وقتِ انتظام
تا مفتری کے قتل سے قصہ ہی ہو تمام

اپنا تو اس کا وعدہ رہا سارا طاق پہ
اوروں کی سعی و جہد پہ بھی کچھ نہیں نظر

کیا وہ خدا نہیں ہے جو فرقاں کا ہے خدا
پھر کیوں وہ مفتری سے کرے اس قدر وفا

آخر یہ بات کیا ہے کہ ہے ایک مفتری
کرتا ہے ہر مقام میں اسکو خدا بری

جب دشمن اسکو پیچ میں کوشش سے لاتے ہیں
سو جھوٹ اور فریب کی تہمت لگاتے ہیں

پھر بھی وہ نامرادِ مقاصد میں رہتے ہیں
جاتا ہے بے اثر وہ جو سو بار کہتے ہیں

ذلت ہیں چاہتے - یہاں اکرام ہوتا ہے
کیا مفتری کا ایسا ہی انجام ہوتا ہے

اے قوم کے سرآمدہ اے حامیانِ دیں
سوچو کہ کیوں خدا تمہیں دیتا مدد نہیں

تم میں نہ رحم ہے نہ عدالت نہ اتقا
پس اس سبب سے ساتھ تمہارے نہیں خدا

ہوگا تمہیں کلارک کا بھی وقت خوب یاد
جب مجھ پہ کی تھی تہمتِ خوں از رہِ فساد

جب آپ لوگ اس سے ملے تھے بدیں خیال
تا آپ کی مدد سے اُسے سہل ہو جدال

پر وہ خدا جو عاجز و مسکیں کا ہے خدا
حاکم کے دل کو میری طرف اس نے کر دیا

تم نے تو مجھکو قتل کرانے کی ٹھانی تھی
یہ بات اپنے دل میں بہت سہل جانتی تھی

تھے چاہتے صلیب پہ یہ شخص کھینچا جائے
تا تم کو ایک فخر سے یہ بات ہاتھ آئے

جھوٹا تھا مفتری تھا تبھی یہ ملی سزا
آخر مری مدد کیلئے خود اُٹھا خدا

ڈگلس پہ سارا حال بریت کا کھل گیا
عزت کیساتھ تب میں وہاں سے بری ہوا

الزام مجھ پہ قتل کا تھا سخت تھا یہ کام
تھا ایک پادری کی طرف سے یہ اتہام

جتنے گواہ تھے وہ تھے سب میرے برخلاف
اک مولوی بھی تھا جو یہی مارتا تھا لاف

دیکھو یہ شخص اب تو سزا اپنی پائیگا
اب بن سزائے سخت یہ بچ کر نہ جائیگا

اتنی شہادتیں ہیں کہ اب کھل گیا قصور
اب قید یا صلیب ہے اک بات ہے ضرور

بعضوں کو بد دعائیں بھی تھا ایک انہماک
اتنی دعا کہ گھس گئی مسجد میں انکی ناک

القصہ جہد کی نہ رہی کچھ بھی انتہا
اک سُو تھا مگر ایک طرف سجدہ و دعا

آخر خدا نے دی مجھے اس آگ سے نجات
دشمن تھے جتنے انکی طرف کی نہ التفات

کیسا یہ فضل اس سے نمودار ہو گیا
اک مفتری کا وہ بھی مددگار ہو گیا

اس کا تو فرض تھا کہ وہ وعدہ کو کرے یاد
خود مارتا وہ گردن کذاب بد نہاد

گر اس سے رہ گیا تھا کہ وہ خود دکھائے ہاتھ
اتنا تو سہل تھا کہ تمہارا اٹھائے ہاتھ

یہ بات کیا ہوئی کہ وہ تم سے الگ رہا
کچھ بھی مدد نہ کی نہ سنی کوئی بھی دعا

جو مفتری تھا اسکو تو آزاد کر دیا
سب کام اپنی قوم کا برباد کر دیا

سب جد و جہد و سعی اکارت چلی گئی
کوشش تھی جس قدر بغارت چلی گئی

کیا وہ راستی کی فتح کا نہیں وعدۂ خدا
دیکھو تو کھول کر سخن پاک کبریا

پھر کیوں یہ بات میری ہی نسبت پلٹ گئی
یا خود تمہاری چادر تقوی ہی پھٹ گئی

کیا یہ عجب نہیں ہے کہ جب تم ہی یار ہو
پھر میرے فائدہ کا ہی سب کاروبار ہو

پھر یہ نہیں کہ ہو گئی ہے صرف ایک بات
پاتا ہوں ہر قدم میں خدا کے تفضلات

دیکھو وہ بھیں کا شخص کرم دین ہے جسکا نام
لڑنے میں جسنے نیند بھی اپنے پہ کی حرام

جسکی مدد کیواسطے لوگوں میں جوش تھا
جس کا ہر ایک دشمن حق عیب پوش تھا

جس کا رفیق ہو گیا ہر ظالم و غوی
جسکی مدد کیواسطے آئے تھے مولوی

انہیں سے ایسے تھے کہ جو بڑھ بڑھ کے آتے تھے
اپنا بیان لکھانے میں کرتب دکھاتے تھے

ہشیاری مستغیث بھی اپنی دکھاتا تھا
سو سو خلاف واقعہ باتیں بناتا تھا

پر اپنے بدعمل کی سزا کو وہ پا گیا
ساتھ اس کے یہ کہ نام بھی کاذب کہا گیا

کذاب نام اسکا دفاتر میں رہگیا
چالاکیوں کا فخر جو رکھتا تھا بہ گیا

اے ہوش و عقل والو یہ عبرت کا ہے مقام
چالاکیاں تو ہیچ ہیں تقوی سے ہوویں کام

جو متقی ہے اسکا خدا خود نصیر ہے
انجام فاسقوں کا عذاب سعیر ہے

جڑ ہے ہر ایک خیر و سعادت کی اتقا
جسکی یہ جڑ رہی ہے عمل اس کا سب رہا

مومن ہی فتح پاتے ہیں انجام کار میں
ایسا ہی پاؤ گے سخن کردگار میں

کوئی بھی مفتری ہمیں دنیا میں اب دکھا
جس پر یہ فضل ہو یہ عنایات یہ عطا

اس بدعمل کی قتل سزا ہے یہ کہ پیت
پس کس طرح خدا کو پسند آگئی یہ ریت

کیا تھا یہی معاملہ پاداش افترا
کیا مفتری کے بارہ میں وعدہ یہی ہوا

کیوں ایک مفتری کا وہ ایسا ہے آشنا
یا بے خبر ہے غیب سے دھوکے میں آگیا

آخر کوئی تو بات ہے جس سے ہوا وہ یار
بدکار سے تو کوئی بھی کرتا نہیں ہے پیار

تم بدبنا کے پھر بھی گرفتار ہوگئے
یہ بھی تو ہیں نشان جو نمودار ہوگئے

تاہم وہ دوسرے بھی نشاں ہیں ہمارے پاس
لکھتے ہیں اب خدا کی عنایت سے ہی بر اس

جس دل میں رچ گیا ہی محبت سے اسکا نام
وہ خود نشاں ہے نیز نشاں سارے اسکے کام

کیا کیا نہ ہمنے نام رکھائے زمانہ سے
مردود و سگ نیز فرقہ ناداں زنانہ سے

اُن کے گمان میں ہم بد و بدحال ہو گئے
ان کی نظر میں کافر و دجال ہو گئے

ہم مفتری بھی بن گئے ان کی نگاہ میں
بیدیں ہوئے فساد کیا حق کی راہ میں

پر ایسے کفر پر تو فدا ہے ہماری جاں
جس سے ملے خدا لئے جہان و جہانیاں

لعنت ہے ایسے دیں پہ کہ اس کفر سے ہے کم
سو شکر ہے کہ ہو گئے غائب کے یار ہم

ہوتا ہے کردگار اسی راہ سے دستگیر
کیا جانے قدر اس کا جو قصوں میں ہے اسیر

وحی خدا اسی رہِ فرخ سے پاتے ہیں
دلبر کا بانکپن بھی اسی سے دکھلاتے ہیں

اے مدعی نہیں ہے ترے ساتھ کردگار
یہ کفر تیرے دیں سے ہے بہتر ہزار بار

براہین احمدیہ حصہ پنجم

اے خدا اے کارساز و عیب پوش و کردگار
اے مرے پیارے مرے محسن مرے پروردگار

کس طرح تیرا کروں اے ذوالمنن شکر و سپاس
وہ زباں لاؤں کہاں سے جس سے ہو یہ کاروبار

بدگمانوں سے بچایا مجھ کو خود بنکر گواہ
کر دیا دشمن کو اک حملہ سے مغلوب اور خوار

کام جو کرتے ہیں تیری رہ میں پاتے ہیں جزا
مجھ سے کیا دیکھا کہ یہ لطف و کرم ہے بار بار

تیرے کاموں سے مجھے حیرت ہے اے میرے کریم
کس عمل پر مجکو دی ہے خلعتِ قربِ جوار

کرمِ خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند
ورنہ درگہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمتگذار

دوستی کا دم جو بھرتے تھے وہ سب دشمن ہوئے
پر نہ چھوڑا ساتھ تونے اے مرے حاجت برآر

اے مرے یارِ یگانہ اے مری جاں کی پنہ
بس ہے تو میرے لئے مجھکو نہیں تجھ بن بکار

میں تو مر کر خاک ہوتا گر نہ ہوتا تیرا لطف
پھر خدا جانے کہاں یہ پھینک دی جاتی غبار

اے فدا ہو تیری رہ میں میرا جسم و جان و دل
میں نہیں پاتا کہ تجھ سا کوئی کرتا ہو پیار

ابتدا سے تیرے ہی سایہ میں میرے دن کٹے
گود میں تیری رہا میں مثلِ طفلِ شیرخوار

نسلِ انساں میں نہیں دیکھی وفا جو تجھ میں ہے
تیرے بن دیکھا نہیں کوئی بھی یارِ غمگسار

لوگ کہتے ہیں کہ نالائق نہیں ہوتا قبول
میں تو نالائق بھی ہو کر پا گیا درگہ میں بار

اس قدر مجھ پر ہوئیں تیری عنایاتِ کرم
جنکا مشکل ہے کہ تا روزِ قیامت ہو شمار

آسماں میرے لئے تو نے بنایا اک گواہ
چاند اور سورج ہوئے میرے لئے تاریک و تار

تونے طاعون کو بھی بھیجا میری نصرت کیلئے
تا وہ پورے ہوں نشاں جو ہیں سچائی کا مدار

ہو گئے بیکار سب حیلے جب آئی وہ بلا
ساری تدبیروں کا خاکہ اُڑ گیا مثلِ غبار

سرزمینِ ہند میں ایسی ہے شہرت مجکو دی
جیسے ہووے برق کا اک دم میں ہر جا انتشار

پھر دوبارہ ہی اتارا تو نے آدم کو یہاں
تا وہ نخلِ راستی اس ملک میں لاوے ثمار

لوگ سو بک بک کریں پر تیرے مقصد اور ہیں
تیری باتوں کے فرشتے بھی نہیں ہیں رازدار

ہاتھ میں تیرے ہی ہر خسران و نفع و عسر و یسر
تو ہی کرتا ہے کسی کو بے نوا یا بختیار

جسکو چاہے تختِ شاہی پر بٹھا دیتا ہے تو
جسکو چاہے تخت سے نیچے گرا دے کرکے خوار

میں بھی ہوں تیرے نشانوں سے جہاں میں اک نشاں
جسکو تو نے کر دیا ہے قوم و دیں کا افتخار

قادیاں کی جاہ و حشمت پر بلا آوے ہزار
سلطنت تیری ہے جو رہتی ہے دائم برقرار

عزت و ذلت یہ تیرے حکم پر موقوف ہیں
تیرے فرماں سے خزاں آتی ہے اور بادِ بہار

میرے جیسے کو جہاں میں تو نے روشن کر دیا
کون جانے اے مرے مالک ترے بھیدوں کی سار

تیرے اے میرے مربی کیا عجائب کام ہیں
گرچہ بھاگیں جبر سے دیتا ہے قسمت کے ثمار

ابتدا سے گوشۂ خلوت رہا مجھ کو پسند
شہرتوں سے مجھکو نفرت تھی ہر اک عظمت سے عار

پر مجھے تو نے ہی اپنے ہاتھ سے ظاہر کیا
میں نے کب مانگا تھا یہ تیرا ہی ہے سب برگ و بار

اسمیں میرا جرم کیا جب مجھ کو یہ فرماں ملا
کون ہوں تا رد کروں حکمِ شہِ ذی الاقتدار

اب تو جو فرماں ملا اسکا ادا کرنا ہے کام
گرچہ میں ہوں بس ضعیف و ناتوان و دل فگار

دعوت ہر ہرزہ گو کچھ خدمتِ آساں نہیں
ہر قدم میں کوہِ ماراں ہر گذر میں دشتِ خار

چرخ تک پہونچے ہیں میرے نعرہ ہا روز و شب
پر نہیں پہنچی دلوں تک جاہلوں کے یہ پکار

قبضۂ تقدیر میں دل ہیں اگر چاہے خدا
پھیر دے میری طرف آ جائیں پھر بے اختیار

گر کرے معجز نمائی ایک دم میں نرم ہو
وہ دلِ سنگین جو ہووے مثلِ سنگِ کوہسار

ہائے میری قوم نے تکذیب کر کے کیا لیا
زلزلوں سے ہو گئے صدہا مساکن مثلِ غار

شرط تقویٰ تھی کہ وہ کرتے نظر اسوقت پر
شرط یہ بھی تھی کہ کرتے صبر کچھ دن اور قرار

کیا وہ سارے مرحلے طے کر چکے تھے علم کے
کیا نہ تھی آنکھوں کے آگے کوئی رہ تاریک و تار

دل میں جو ارماں تھے وہ دل میں ہمارے رہ گئے
دشمنِ جاں بن گئے جنپر نظر تھی بار بار

ایسی کچھ بگڑے کہ اب بنتا نظر آتا نہیں
آہ کیا سمجھے تھے ہم اور کیا ہوا ہے آشکار

کس کے آگے ہم کہیں اس دردِ دل کا ماجرا
انکو ہے ملنے سے نفرت بات سننا درکنار

کیا کروں کیونکر کروں میں اپنی جاں زیر و زبر
کسطرح میری طرف دیکھیں جو رکھتے ہیں نقار

اسقدر ظاہر ہوئے ہیں فضلِ حق سے معجزات
دیکھنے سے جنکے شیطاں بھی ہوا ہے دلفگار

پر نہیں اکثر مخالف لوگوں کو شرم و حیا
دیکھکر سو سو نشاں پھر بھی ہے توہین کاروبار

صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہے خوفِ کردگار

دن چڑھا ہے دشمنانِ دیں کا ہم پر رات ہے
اے مرے سورج نکل باہر کہ میں ہوں بیقرار

اے مرے پیارے فدا ہو تجھ پہ ہر ذرہ مرا
پھیر دے میری طرف اے سارباں جگ کی مہار

کچھ خبر لے تیرے کوچہ میں یہ کسکا شور ہے
خاک میں ہوگا یہ سر گر تو نہ آیا بن کے یار

فضل کے ہاتھوں سے اب اس وقت کر میری مدد
کشتیِ اسلام تا ہو جائے اس طوفاں سے پار

میرے سقم و عیب سے اب کیجئے قطعِ نظر
تا نہ خوش ہو دشمنِ دیں جس پہ ہے لعنت کی مار

میرے زخموں پہ لگا مرہم کہ میں رنجور ہوں
میری فریادوں کو سن میں ہو گیا زار و نزار

دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعفِ دینِ مصطفےٰ
مجھکو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار

کیا سلائیگا مجھے تو خاک میں قبل از مراد
یہ تو تیرے پر نہیں امید اے میرے حصار

یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار

قوم میں فسق و فجور و معصیت کا زور ہے
چھا رہا ہے ابرِ یاس اور رات ہے تاریک و تار

اک عالم مر گیا ہے تیرے پانی کے بغیر
پھیر دے اب میرے مولیٰ اس طرف دریا کی دھار

اب نہیں ہیں ہوش اپنے ان مصائب میں بجا
رحم کر بندوں پہ اپنے تا وہ ہوویں رستگار

کسطرح نپٹیں کوئی تدبیر کچھ بنتی نہیں
بے طرح پھیلی ہیں یہ آفات ہر سو ہر کنار

ڈوبنے کو ہے یہ کشتی آ مرے اے ناخدا
آگ ہے اس قوم پر وقتِ خزاں اندر بہار

نورِ دل جاتا رہا اور عقل موٹی ہو گئی
اپنی کجرائی پہ ہر دل کر رہا ہے اعتبار

جسکو ہم نے قطرۂ صافی تھا سمجھا اور تقی
غور سے دیکھا تو کیڑے اسمیں ہی پائے ہزار

دور ہیں معرفت سے گند نکلا ہر طرف
اس دوا نے کھا لئے ہر شاخِ ایماں کے ثمار

اے خدا بن تیرے ہو آبپاشی کسطرح
جل گیا ہے باغِ تقویٰ دین کی ہے اب مزار

تیرے ہاتھوں سے مرے پیارے اگر کچھ ہو تو ہو
ورنہ فتنہ کا قدم بڑھتا ہے ہر دم سیل وار

اک نشاں دکھلا کہ اب دیں ہو گیا ہے بے نشاں
اک نظر کر اس طرف تا کچھ نظر آوے بہار

کیا کہوں دنیا کے لوگوں کی کہ کیسے ہو گئے
کس قدر ہے حق سے نفرت اور ناحق سے پیار

عقل پر پردے پڑے سو سو نشاں کو دیکھ کر
نور سے ہو کر الگ چاہا کہ ہوویں اہل نار

گر نہ ہوتی بدگمانی کفر بھی ہوتا فنا
اس کا ہووے ستیاناس اس سے بگڑے ہوشیار

بدگمانی سے تو رائی کے بھی بنتے ہیں پہاڑ
پر کے اک ریشہ سے ہو جاتی ہے کوّوں کی قطار

حد سے کیوں بڑھتے ہو لوگو کچھ کرو خوفِ خدا
کیا نہیں تم دیکھتے نصرت خدا کی بار بار

کیا خدا نے اتقیا کی عون و نصرت چھوڑ دی
ایک فاسق اور کافر سے وہ کیوں کرتا ہے پیار

ایک بدکردار کی تائید میں اتنے نشاں
کیوں دکھاتا ہے وہ کیا ہے بدکنوں کا رشتہ دار

کیا بدلتا ہے وہ اب اس سنت و قانون کو
جس کا تھا پابند وہ از ابتدائے روزگار

آنکھ گر پھوٹی تو کیا کانوں میں بھی کچھ پڑ گیا
کیا خدا دھوکے میں ہے اور تم ہو میرے رازدار

جس کے دعویٰ کی سراسر افترا پر ہی بنا
اس کی یہ تائید ہو پھر جھوٹ سچ میں کیا نکھار

کیا خدا بھولا رہا تم کو حقیقت مل گئی
کیا رہا وہ بے خبر اور تم نے دیکھا حال زار

بدگمانی نے تمہیں مجنون و اندھا کر دیا
ورنہ تھے میری صداقت پر براہیں بے شمار

جہل کی تاریکیاں اور سوءِ ظن کی تند باد
جب اکٹھے ہوں تو پھر ایماں اڑے جیسے غبار

زہر کے پینے سے کیا انجام جز موت و فنا
بدگمانی زہر ہے اس سے بچو اے دیں شعار

کانٹے اپنی راہ میں بوتی ہیں ایسے بدگمان
جنکی عادت میں نہیں شرم و شکیب و اصطبار

یہ غلط کاری بشر کی بدنصیبی کی ہے جڑ
ہر مقدر کو بدل دینا ہے کس کے اختیار

سخت جاہل ہیں ہم کسی کے بغض کی پرواہ نہیں
دل قوی رکھتے ہیں ہم دروغگی ہے ہمکو سہار

جو خدا کا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈالے اے روبۂ زار و نزار

ہر سیرہ پہ پھرے وہ خود کھڑا ہوئے اگر یم
پس نہ بیٹھو بیری راہ میں اے شیران دیار

سنت اللہ ہے کہ وہ خود فرق کو دکھلائے گی
تا عیاں ہو کون پاک اور کون ہے مردار خوار

مجکو پردے میں نظر آتا ہے اک مہر مبین
تیغ کو کھینچے ہوئے اُٹھے جو کہتا ہے وہ دار

دشمن غافل اگر دیکھے وہ باز وہ سلاح
ہوش ہو جائیں خطا اور بھول جائے سب نقار

اس جہاں کا کیا کوئی داور نہیں اور دادگر
پھر شریر النفس ظالم کو کہاں جائے فرار

کیوں عجب گر تنہے ہو گر ہیں آگیا ہو گر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ باد بہار

آسماں پہ دعوتِ حق کیلئے اک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پہ فرشتوں کا اتار

آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مردوں کی ناگہ زندہ وار

کہتے ہیں تثلیث کو اب اہل دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار

باغ میں ملت کے ہے کوئی گل رعنا کھلا
آئی ہے باد صبا گلزار سے مستانہ وار

آرہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
ہر طرف ہر ملک میں ہے بت پرستی کا زوال
آسماں سے ہے چلی توحید خالق کی ہوا
اسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح
آسمان بارد نشاں الوقت میگوید زمیں
اب اسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے
اک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
اے مکذب کوئی اس تکذیب کا ہے انتہا
ملت احمد کی مالک نے جو ڈالی تھی بنا
گلشن احمد بنا ہے مسکن باد صبا
ورنہ وہ ملت وہ رہ وہ رسم وہ دیں چیز کیا
دیکھکر لوگوں کے کینے دل مرا خوں ہو گیا
ہم تو ہر دم چڑھ رہے ہیں اک بلندی کی طرف
نور دل جاتا رہا اک رسم دیں کی رہ گئی
راگ وہ گاتے ہیں جسکو آسماں گاتا نہیں

گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار
کچھ نہیں انساں پرستی کو کوئی عز و وقار
دل ہمارے ساتھ ہیں گو موںہہ کریں بک بک ہزار
تیز بشنو از زمین آمد امام کامگار
ایں دو شاہد از پے من نعرہ زن چوں بیقرار
وقت ہے جلد آؤ اے آوارگان دشت خار
پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار
کب تلک تو خوئے شیطاں کو کریگا اختیار
آج پوری ہو رہی ہے اے عزیزان یار
جسکی تحریکوں سے سنتا ہے بشر گفتار یار
سایہ افگن جسپہ نور حق نہیں خورشید وار
قصد کرتے ہیں کہ ہو پامال در شاہوار
وہ بلاتے ہیں کہ ہو جاویں نہاں ہم زیر غار
پھر بھی کہتے ہیں کہ کوئی مصلح دیں کیا بکار
وہ ارادے ہیں کہ جو ہیں بر خلاف شہریار

ہائے مار آستین وہ بن گئے دیں کے لیے
وہ تو فربہ ہو گئے پر میں ہوا زار و نزار

ان غموں سے دوستو خم ہو گئی میری کمر
میں تو مر جاتا اگر ہوتا نہ فضل کردگار

اس تپش کو میری وہ جانے کہ رکھتا ہے تپش
اس الم کو میرے وہ سمجھے کہ ہو وہ دلفگار

کون روتا ہے کہ جس سے آسماں بھی رو پڑا
مہر و مہ کی آنکھ غم سے ہو گئی تاریک و تار

مفتری کہتے ہوئے انکو حیا آتی نہیں
کیسے عالم ہیں کہ اس عالم سے ہیں یہ برکنار

غیر کیا جانے کہ دلبر سے ہمیں کیا جوڑ ہے
وہ ہمارا ہو گیا اسکے ہوئے ہم جاں نثار

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بیشمار

اک شجر ہوں جسکو داؤدی صفت کے پھل لگے
میں ہوا داؤد اور جالوت ہے میرا شکار

پر مسیحا بنکے میں بھی دیکھتا روئے صلیب
گر نہ ہوتا نام احمد جس پہ میرا سب مدار

دشمنو! ہم اسکی رہ میں مر رہے ہیں ہر گھڑی
کیا کرو گے تم ہماری نیستی کا انتظار

سر سے میرے پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں
اے مرے بدخواہ کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار

کیا کروں تعریف حسن یار کی اور کیا لکھوں
اک ادا سے ہو گیا میں سیل نفس دوں سے پار

اس قدر عرفاں بڑھا میرا کہ کافر ہو گیا
آنکھ میں اسکی کہ ہے وہ دور از حسن یار

اُس رخ روشن سے میری آنکھ بھی روشن ہوئی
ہو گئے اسرار اس دلبر کے مجھ پر آشکار

قوم کے لوگو ادھر آؤ کہ نکلا آفتاب
وادیٔ ظلمت میں کیا بیٹھے ہو تم لیل و نہار

کیا تماشا ہے کہ میں کافر ہوں تم مومن ہوئے — پھر بھی اس کافر کا حامی ہے وہ مقبولوں کا یار

کیا ہے جنبشی باندھے کافر کی کرتا ہے مدد — وہ خدا جو چاہیئے تھا مومنوں کا دوستدار

اہل تقویٰ تھا کرم دیں بھی تمہاری آنکھ میں — جس نے ناحق ظلم کی رہ سے کیا تھا مجھ پہ وار

بے معاون میں تھا نہ تھی نصرت حق میرے ساتھ — فتح کی دیتی تھی وحی حق بشارت بار بار

پر مجھے اُس نے نہ دیکھا آنکھ اُسکی بند تھی — پھر سزا پا کر لگایا سر پہ دنبالہ دار

نام بھی کذاب اس کا دفتروں میں رہ گیا — اب مٹا سکتا نہیں یہ نام تا روز شمار

اب کہو کسکی ہوئی نصرت جناب پاک سے — کیوں تمہارا متقی پکڑا گیا ہو کر کے خوار

پھر ادھر بھی کچھ نظر کرنا خدا کے خوف سے — کیسے میرے یار نے مجھ کو بچایا بار بار

قتل کی ٹھانی شریروں نے چلائے تیر مکر — بن گئے شیطاں کے چیلے اور نسل ہونہار

پھر لگایا ناخنوں تک زور بنکر اک گروہ — پر نہ آیا کوئی بھی منصوبہ انکو سازوار

ہم نگہ میں اُن کی دجال اور بے ایمان ہوئے — آتش تکفیر کے اڑتے رہے پیہم شرار

اب ذرہ سوچو دیانت سے کہ یہ کیا بات ہے — ہاتھ کس کا ہے کہ رد کرتا ہے وہ دشمن کا وار

کیوں نہیں تم سوچتے کیسے ہیں یہ پردے پڑے — دل میں اٹھتا ہے مرے رہ رہ کے اب سو سو بخار

یہ اگر انساں کا ہوتا کاروبار اے ناقصاں — ایسے کاذب کے لئے کافی تھا وہ پروردگار

کچھ نہ تھی حاجت تمہاری نے تمہارے مکر کی — خود مجھے نابود کرتا وہ جہاں کا شہریار

پاک برتر ہے وہ جھوٹوں کا نہیں ہوتا نصیر
ورنہ اٹھ جائے اماں سچے ہوویں پھر شرمسار

اسقدر نصرت کہاں ہوتی ہی اک کذاب کی
کیا تمہیں کچھ ڈر نہیں ہے کرتے ہو بڑھ بڑھ کے وار

ہے کوئی کاذب جہاں میں لاؤ لوگو کچھ نظیر
میرے جیسی جسکی تائیدیں ہوئی ہوں بار بار

آفتاب صبح نکلا اب بھی سوتے ہیں یہ لوگ
دن سے ہیں بیزار اور راتوں سے وہ کرتے ہیں پیار

روشنی سے بغض اور ظلمت پہ وہ قرباں ہیں
ایسے بھی شپر نہ ہونگے گرچہ تم ڈھونڈو ہزار

سر پہ اک سورج چمکتا ہی مگر آنکھیں ہیں بند
مرتے ہیں بن آب وہ اور در پہ نہر خوشگوار

طرفہ کیفیت ہے ان لوگونکی جو منکر ہوئے
یوں تو ہر دم مشغلہ ہی گالیاں لیل و نہار

پر اگر پوچھیں کہ اپنے کاذبوں کے نام تو
جنکی نصرت سالہا سے کر رہا ہو کردگار

مردہ ہو جاتے ہیں اسکا کچھ نہیں دیتے جواب
زرد ہو جاتا ہی منہ جیسے کوئی ہو سوگوار

انکی قسمت میں نہیں دیں کیلئے کوئی گھڑی
ہو گئے مفتون دنیا دیکھکر اس کا سنگار

کیا قسم کھائی ہی یا کچھ پیچ قسمت میں پڑا
روز روشن چھوڑ کر ہیں عاشق شبہائے تار

انبیاء کے طور پر حجت ہوئی ان پر تمام
ان کے جو حملے ہیں انمیں سب نبی ہیں حصہ دار

میری نسبت جو کہیں کیں سے وہ سب پر آتا ہی
چھوڑ دینگے کیا وہ سب کو کفر کر کے اختیار

مجھکو کافر کہہ کے اپنے کفر پر کرتے ہیں مہر
یہ تو ہی سب شکل انکی ہم تو ہیں آئینہ دار

ساٹھ سے ہیں کچھ برس میرے زیادہ اس گھڑی
سال ہی اب تیسواں دعوے پہ از روئے شمار

تھا برس چالیس کا میں اس مسافر خانہ میں
جبکہ میں نے وحی ربانی سے پایا افتخار

اس قدر یہ زندگی کیا افترا میں کٹ گئی
پھر عجب تر یہ کہ نصرت کے ہوئے جاری بحار

ہر قدم میں میرے مولیٰ نے دیئے مجکو نشاں
ہر عدو پر حجت حق کی پڑی ہے ذوالفقار

نعمتیں وہ دیں مرے مولیٰ نے اپنے فضل سے
جن سے ہیں معنی انعمتُ علیہم آشکار

سایہ بھی ہو جائے ہے اوقات ظلمت میں جدا
پر رہا وہ ہر اندھیرے میں رفیق و غمگسار

اسقدر نصرت تو کاذب کی نہیں ہوتی کبھی
گر نہیں باور نظیریں اسکی تم لاؤ دو چار

پھر اگر ناچار ہو اس سے کہ دو کوئی نظیر
اس مہیمن سے ڈرو جو بادشاہ ہر دو دار

یہ کہاں سے سن لیا تم نے کہ تم آزاد ہو
کچھ نہیں تم پہ عقوبت گو کرو عصیاں ہزار

نعرۂ انا ظلمنا سنت ابرار ہے
زہر منہ کی مت ہی کھاؤ تم نہیں ہو نسل مار

جسم کو مل مل کے دھونا یہ تو کچھ مشکل نہیں
دلکو جو دھووے وہی ہے پاک نزد کردگار

اپنے ایماں کو ذرا پردہ اٹھا کر دیکھنا
مجکو کافر کہتے کہتے خود نہ ہوں از اہل نار

گر حیا ہو سوچکر دیکھیں کہ یہ کیا راز ہے
وہ مری ذلت کو چاہیں پا رہا ہوں میں وقار

کیا بگاڑا اپنے مکروں سے ہمارا آجتک
اژدہا بن بن کے آئے ہو گئے پھر سوسمار

اے فقیہو عالمو مجھ کو سمجھ آتا نہیں۔
یہ نشاں صدق پاکر پھر یہ کیوں یہ نقار

صدق کو جب پایا اصحاب رسول اللہ نے
اسپہ مال و جان و تن بڑھ بڑھ کے کرتے تھے نثار

پھر عجب یہ علم یہ تنقید آثار حدیث
دیکھکر سو سو نشاں پھر کر رہے ہو تم فرار

بحث کرنا تم سے کیا حاصل اگر تم میں نہیں
روح انصاف و خدا ترسی کہ ہے دینکا مدار

کیا مجھے تم چھوڑتے ہو جاہ دنیا کے لئے
جاہ دنیا کب تلک دنیا ہے خود ناپائدار

کون در پردہ مجھے دیتا ہے ہر میداں میں فتح
کون ہے جو تم کو ہر دم کر رہا ہے شرمسار

تم تو کہتے تھے کہ یہ نابود ہو جائیگا جلد
یہ ہمارے ہاتھ کے نیچے ہے اک ادنی شکار

بات پھر یہ کیا ہوئی کس نے مری تائید کی
خائب و خاسر رہے تم ہو گیا میں کامگار

اک زمانہ تھا کہ میرا نام بھی مستور تھا
قادیاں بھی تھی نہاں ایسی کہ گویا زیر غار

کوئی بھی واقف نہ تھا مجھ سے نہ میرا معتقد
لیکن اب دیکھو کہ چرچا کسقدر ہے ہر کنار

اس زمانہ میں خدا نے دی تھی شہرت کی خبر
جو کہ اب پوری ہوئی بعد از مرور روزگار

کھولکر دیکھو براہین جو کہ ہے میری کتاب
اسمیں ہے یہ پیشگوئی پڑھ لو اسکو ایک بار

اب ذرہ سوچو کہ کیا یہ آدمی کا کام ہے
اس قدر امر نہاں پر کس بشر کو اقتدار

قدرت رحمان و مکر آدمی میں فرق ہے
جو نہ سمجھے وہ غبی از فرق تا پا ہے حمار

سوچ لو اے سوچنے والو کہ اب بھی وقت ہے
راہ حرماں چھوڑ دو رحمت کے ہو امیدوار

سوچ لو یہ ہاتھ کسکا تھا کہ میرے ساتھ تھا
کس کے فرماں سے میں مقصد پا گیا اور تم ہو خوار

یہ بھی کچھ ایماں ہے یارو ہمکو سمجھائے کوئی
جسکا ہر میداں میں پھل حرماں ہے اور ذلت کی مار

غل مچاتے ہیں کہ یہ کافر ہے اور دجال ہے — ہیں تو خود رکھتا ہوں انکے دین و ایماں سے عار

گر یہی دیں ہے جو ہے انکی خصائل سے عیاں — ہیں تو اک کوڑی کو بھی لینا نہیں ہوں زینہار

جان و دل سے ہم نثارِ ملتِ اسلام ہیں — لیک دیں وہ رہ نہیں جسپر چلیں اہلِ نقار

وہ رے جوشِ جہالت خوب دکھلائے ہیں رنگ — جھوٹ کی تائید میں حملے کریں دیوانہ وار

نازمت کر اپنے ایماں پر کہ یہ ایماں نہیں — اس کو ہیرا مت گماں کر ہے یہ سنگِ کوہسار

پیٹنا ہوگا دو ہاتھوں سے کہ ہے ہے مر گئے — جبکہ ایماں کے تمہارے گند ہونگے آشکار

ہے یہ گھر گرنے پہ اے مغرور لے جلدی خبر — تا نہ دب جائیں اسکے اہل و عیال و رشتہ دار

یہ عجب بدقسمتی ہے کسقدر دعوت ہوئی — پر اترتا ہی نہیں ہے جامِ غفلت کا خمار

ہوش میں آئے نہیں سو طرح کوشش ہوئی — ایسے کچھ سوئے کہ پھر ہوتے نہیں ہیں ہوشیار

دن برے آئے اکٹھے ہو گئے قحط و وبا — اب تلک توبہ نہیں اب دیکھیئے انجام کار

ہے غضب کہتے ہیں اب وحیِ خدا مفقود ہے — اب قیامت تک ہے اس امت کا قصوں پر مدار

یہ عقیدہ برخلافِ گفتۂ دادار ہے — پر اتارے کون برسوں کا گلے سے اپنے ہار

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم — اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے کرتا ہے وہ پیار

گوہرِ وحیِ خدا کیوں توڑتا ہے ہوش کر — اک یہی دیں کیلئے ہے جائے عز و افتخار

یہ وہ گل ہے جسکا ثانی باغ میں کوئی نہیں — یہ وہ خوشبو ہے کہ قرباں اسپہ ہو مشکِ تتار

یہ وہ ہے مفتاح جس سے آسماں کے در کھلیں
یہ وہ آئینہ ہے جس سے دیکھ لیں روئے نگار

بس یہی ہتھیار ہی جس سے ہماری فتح ہے
بس یہی اک قصر ہے جو عافیت کا ہے حصار

ہے خدادانی کا آلہ بھی یہی اسلام میں
محض قصوں سے نہ ہو کوئی بشر طوفاں سے پار

ہے یہی وحیِ خدا عرفانِ مولیٰ کا نشاں
جسکو یہ کامل ملے اسکو ملے وہ دستدار

واہ رے باغِ محبت موت جسکی رہ گذر
وصلِ یار اس کا ثمر پر اردگرد اسکے ہیں خار

ایسے دل پر داغِ لعنت ہے ازل سے تا ابد
جو نہیں اسکی طلب میں بیخود و دیوانہ وار

پر جو دنیا کے بنے کیڑے وہ کیا ڈھونڈیں اُسے
دیں اُسے ملتا ہی جو دیں کیلئے ہو بیقرار

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج
جسکی فطرت نیک ہے وہ آئیگا انجام کار

یاد وہ دن جبکہ کہتے تھے یہ سب ارکانِ دین
مہدئ موعودِ حق اب جلد ہوگا آشکار

کون تھا جسکی تمنا یہ نہ تھی اک جوش سے
کون تھا جسکو نہ تھا اس آنیوالے سے پیار

پھر وہ دن جب آ گئے اور چودھویں آئی صدی
سب سے اوّل ہو گئے منکر یہی دیں کے منار

پھر دوبارہ آ گئی احبار میں رسمِ یہود
پھر مسیحِ وقت کے دشمن ہوئے یہ جبہ دار

تھا نوشتوں میں یہی از ابتدا تا انتہا
پھر مٹے کیونکر کہ ہے تقدیر کے نقشِ جدار

میں تو آیا اس جہاں میں ابنِ مریم کی طرح
میں نہیں مامور از بہر جہاد و کارزار

پر اگر آتا کوئی جیسی انہیں امید تھی
اور کرتا جنگ اور دیتا غنیمت بیشمار

ایسے مہدی کیلئے میداں کھلا تھا قوم میں
پھر تو اسپیرٹ جمع ہو ایکدم میں صد ہزار

پر یہ تہا رحم خداوندی کہ میں ظاہر ہوا
آگ آتی گر نہ میں آتا تو پھر جاتا قرار

آگ بھی پھر آگئی جب دیکھکر اتنے نشاں
قوم نے مجکو کہا کذاب ہے اور بدشعار

ہے یقیں یہ آگ کچھ مدت تلک جانی نہیں
ہاں مگر توبہ کریں با صد نیاز و انکسار

یہ نہیں اک اتفاقی امر تا ہو علاج
ہے خدا کے حکم سے یہ سب تباہی اور تبار

وہ خدا جس نے بنایا آدمی اور دیں دیا
وہ نہیں راضی کہ بیدینی ہو انکا کاروبار

بے خدا بے زہد و تقویٰ بے دیانت بے صفا
بن رہی یہ دنیاءِ دوں طاعون کرے اسمیں شکار

صید طاعون مت بنو پورے بنو تم متقی
یہ جوایماں ہے زباں کا کچھ نہیں آتا بکار

موت سے گر خود ہو بیدار کچھ کرو بچوں پہ رحم
امن کی رہ پر چلو تن کو کرو مت اختیار

بن کے رہنے والو تم ہرگز نہیں ہو آدمی
کوئی ہے روبہ کوئی خنزیر اور کوئی ہے مار

ان دلوں کو خود بدل دے اے مرے قادر خدا
تو تو رب العالمیں ہے اور سب کا شہریار

تیرے آگے محو یا اثبات ناممکن نہیں
جوڑنا یا توڑنا یہ کام تیرے اختیار

ٹوٹے کاموں کو بنا دے جب نگاہِ فضل ہو
پھر بنا کر توڑ دے اکدم میں کر دے تار تار

تو ہی بگڑی کو بناوے توڑ دے جب بن چکا
تیرے بھید انکو نہ پاوے سو کرے کوئی بچار

جب کوئی دل ظلمتِ عصیاں میں ہووے مبتلا
تیرے بن روشن نہ ہووے گو چڑھے سورج ہزار

اس جہاں میں خواہش آزادگی بے سود ہے
اک تری قید محبت ہے جو کر دے سنگار

دل جو خالی ہو گداز عشق سے وہ دل ہی کیا
دل وہی ہے جسکو نہیں ہے دلبر یکتا قرار

فقر کی منزل کا ہے اول قدم نفی وجود
پس کرو اس نفس کو زیر و زبر از بہر یار

تلخ ہوتا ہے ثمر جب تک کہ ہو وہ ناتمام
اسطرح ایماں بھی ہے جبتک نہ ہو دل پیار

تیرے منہ کی بھوک نے دل کو کیا زیر و زبر
اے مرے فردوس اعلیٰ اب گرا مجھپر شمار

اے خدا اے چارہ ساز درد ہمکو خود بچا
اے میرے زخموں کے مرہم دیکھ میرا دلفگار

باغ میں تیری محبت کے عجب دیکھے ہیں پھل
ملتے ہیں شکل سے ایسی سیب اور ایسے انار

تیرے بن اے میری جاں زندگی کیا خاک ہے
ایسے جینے سے تو بہتر مر کے ہو جانا غبار

گر نہ ہو تیری عنایت سب عبادت ہیچ ہے
فضل پر تیرے ہے سب جہد و عمل کا انحصار

جب تک ہے تیری عنایت وہ ابدی سے دور ہیں
رہ میں حق کی قوتیں انکی چلیں بن کر قطار

چھٹ گئی شیطان سے جو تھی تیری الفت
جو ہوئے تیرے لئے بے برگ و برانی بہار

مست پیالے سے ہوں نکو تیرے منہ کی ہے پیاس
جس کا دل اس ہی پر بیاں پا گیا وہ ایثار

جسکو تیری دُھن لگی آخر وہ تجھکو جا ملا
جسکو بے چینی ہی پہ وہ پاگیا آخر قرار

عاشقی کی ہے علامت گریہ و وحشت اماں
کیا مبارک آنکھ جو تیرے لئے ہو اشکبار

تیری درگہ میں نہیں مٹتا کوئی بھی بے نصیب
شرط رہ پر صبر ہے اور ترک نام اضطرار

میں تو تیرے حکم سے آیا مگر افسوس ہے
چل رہی ہے وہ ہوا جو رخنہ انداز بہار

جیتے دنیا پہ یکسر گر گئے دنیا کے لوگ
زندگی کیا خاک انکی جو کہ ہیں مردار خوار

دین کو دیکھا ہاتھ سے دنیا بھی آخر جاتی ہے
کوئی آسودہ نہیں بن عاشق و شیدائے یار

رنگ تقوی کا کوئی رنگت نہیں ہے خوبتر
ہے یہی ایماں کا زیور ہے یہی دیں کا سنگار

نور چڑھے ہے سورج نہیں روئے دلبر روشنی بن
یہ جہاں بے وصل دلبر ہے شب تاریک و تار

اے میرے پیارے جہاں میں تو ہی ہے اک بے نظیر
جو ترے مجنوں حقیقت میں وہی ہیں ہوشیار

اس جہاں کو چھوڑنا ہے تیرے دیوانوں کا کام
نقد پا لیتے ہیں وہ اور دوسرے امیدوار

کون ہے جس کے عمل ہوں پاک بے انوار عشق
کون کرتا ہے وفا بن اسکے جسکا دل فگار

غیر ہو کر غیر پر مرنا کسی کو کیا غرض
کون دیوانہ بنے اس راہ میں لیل و نہار

کون چھوڑے خواب شیریں کون چھوڑے اکل و شرب
کون بے خانہ مغیلاں چھوڑ کر ہووے نثار

عشق ہے جس سے ہوں طے یہ سارے جنگل پر خطر
عشق ہے جو سر جھکا دے زیر تیغ آبدار

پر ہزار افسوس دنیا کی طرف ہیں جھک گئے
وہ جو کہتے تھے کہ ہے یہ خانہ ناپایدار

جسکو دیکھو آجکل وہ شوخیوں میں طاق ہے
آہ رحلت کر گئے وہ سب جو تھے تقوی شعار

ممبروں پر ان کے سارا گالیوں کا وعظ ہے
مجلسوں میں انکی ہر دم ہے غیبت کا روبار

جس طرف دیکھو وہی دنیا ہی مقصد ہو گئی
ہر طرف اس کے لئے رغبت سے لائیں ابار

ایک کانٹا بھی اگر دیں کیلئے اُن کو لگے
ہر زماں شکوہ زباں پر ہے اگر ناکام ہیں
لوگ کچھ باتیں کریں میری تو باتیں اور ہیں
اے مرے پیارے بتا تو کس طرح خوشنود ہو
جس طرح تو دور ہے لوگوں سے میں بھی دور ہوں
نیک ظن کرنا طریقِ صالحانِ قوم ہے
بیخبر دونوں ہیں جو کہتے ہیں بد یا نیک مرد
ابن مریم ہو گیا مگر اترا نہیں میں چرخ سے
ملک سے مجھکو نہیں مطلب نہ جنگوں سے ہے کام
تاج و تختِ ہند قیصر کو مبارک ہو مدام
مجھکو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا
ہم تو بستے ہیں فلک پر اس زمیں کو کیا کریں
ملکِ روحانی کی شاہی کی نہیں کوئی نظیر
داغِ لعنت ہے طلب کرنا زمیں کا عز و جاہ
کام کیا عزت سے ہمکو شہرتوں سے کیا غرض

چیخ کر اُس سے وہ بھاگیں شیر سے جیسے حمار
دین کی کچھ پروا نہیں دنیا کے غم میں سوگوار
ہیں فدائے یار ہوں گو تیغ کھینچے صد ہزار
نیک دن ہوگا وہی جب تجھ پہ ہوویں ہم نثار
ہے نہیں کوئی بھی جو ہو میرے دل کا رازدار
لیک پردے میں ہوں اُن سے ہوں نہیں میں آشکار
میرے باطن کی نہیں اُنکو خبر اک ذرہ وار
نیز وہ دیں ہو نگا گر ہے تیغ اور کارزار
کام میرا ہے دلوں کو فتح کرنا نے دیار
اُن کی شاہی میں میں پاتا ہوں رفاہِ روزگار
مجھکو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوانِ یار
آسماں کے رہنے والوں کو زمیں سے کیا نقار
گو بہت دنیا میں گذرے ہیں امیر و تاجدار
جسکا جی چاہے کرے اس داغ سے تن کو فگار
گر وہ دولت ہی ہو اچھی اُسپہ ہو عزت نثار

ہم اُسی کے ہو گئے ہیں جو ہمارا ہو گیا ۔ چھوڑ کر دنیائے دوں کو ہمنے پایا وہ نگار

دیکھتا ہوں اپنے دل کو عرشِ ربّ العالمین ۔ قرب اتنا بڑھ گیا جس سے ہے اُترا مجھ میں یار

دوستی بھی ہے عجب جس سے ہوں آخر دو سخی ۔ آملی اُلفت سے اُلفت ہو کے دو دل پر سوار

دیکھ لو میلِ و محبت میں عجب تاثیر ہے ۔ ایک دل کرتا ہے جھک کر دوسرے دلکو شکار

کوئی رہ نزدیک تر راہِ محبت سے نہیں ۔ طے کریں اس راہ سے سالک ہزاروں دشتِ خار

اسکے پانے کا یہی اے دوستو اک راز ہے ۔ کیمیا ہے جس سے ہاتھ آجائیگا زر بے شمار

تیر تاثیرِ محبت کا خطا جاتا نہیں ۔ تیر انداز نہ ہونا سُست اسمیں زینہار

ہے یہی اک آگ تا تمکو بچاوے آگ سے ۔ ہے یہی پانی کہ نکلیں جس سے صدہا آبشار

اس سے خود آکر ملیگا تمسے وہ یارِ ازل ۔ اس سے تم عرفانِ حق سے پہنو گے پھولوں کے ہار

وہ کتابِ پاک و برتر جس کا فرقاں نام ہے ۔ وہ یہی ہے جو ہے طالب کو بشارت بار بار

جنکو ہے انکار اس سے سخت ناداں ہیں وہ لوگ ۔ آدمی کیونکر کہیں جب ہے انہیں حمق حمار

کیا یہی اسلام کا ہے دوسرے دینوں پہ فخر ۔ کردیا قصوں پہ سارا ختم دیں کا کاروبار

مغزِ عرفاں مطہر کیا یہی ہے زہدِ خشک ۔ کیا یہی چوہا ہے نکلا کھود کر یہ کوہسار

گر یہی اسلام ہے بس ہو گئی امت ہلاک ۔ کسطرح رہ دل سکے جب یہ ہی ہو تاریک و تار

منہ کو اپنے کیوں بگاڑا نا امیدوں کی طرح ۔ فیض کے در کھل رہے ہیں اپنے دامن کو پسار

کسطرح کے تم بشر ہو دیکھتے ہو صد نشان
بات سب پوری ہوئی پہ تم وہی ناقص رہے
دیکھ لو وہ ساری باتیں کیسی پوری ہو گئیں
اس زمانہ میں ذرا سوچو کہ میں کیا چیز تھا
پھر ذرہ سوچو کہ اب چہ چار اکیسا ہوا
جانتا تھا کون کیا عزت تھی پبلک میں مجھے
تھے رجوع خلق کے اسباب نا اہل علم و حکم
لیک ان چاہے روں میں محجوم تھا اور بدنصیب
پھر کہا یا نام کافر ہو گیا مطعون خلق
اسپہ بھی تیرے خدا نے یاد کر کے اپنا قول
سارے منصوبے جو تھے میری تباہی کیلئے
سوچکر دیکھو کہ کیا یہ آدمی کا کام ہے
مکر انسان کو مٹا دیتا ہے انسان دگر
مفتری ہوتا ہے آخر اس جہاں میں روسیہ
افترا کی ایسی دم لمبی نہیں ہوتی کبھی

پھر وہی ضد و تعصب اور وہی کین و نقار
باغ میں ہو کر بھی قسمت میں نہیں دیں کی شمار
جنکا ہونا تھا بعید از عقل و فہم و افکار
جس زمانہ میں براہین کا دیا تھا اشتہار
کسطرح سرعت سے شہرت ہو گئی در ہر دیار
کس جماعت کی تھی مجھ سے کچھ ارادت یا پیار
خاندان فقر بھی تھا باعث عز و وقار
ایک انسان تھا کہ خارج از حساب و از شمار
کفر کے فتووں نے مجکو کر دیا بے اعتبار
مرجع عالم بنایا مجکو اور دین کا مدار
کر دیئے اُس نے تبہ جیسے کہ ہو گرد و غبار
کوئی بتلائے نظیر اسکی اگر کرنا ہے وار
پر خدا کے کام کب بگڑے کسی سے زینہار
جلد تر ہوتا ہے برہم افترا کا کاروبار
جو ہو مثل مدت فخر الرسل فخر الاخیار

حسرتوں سے میرا دل پُر ہے کہ کیوں منکر ہو تم
یہ گھٹا اب جھوم جھوم آتی ہے دلبر بار بار

یہ عجب آنکھیں ہیں سورج بھی نظر آتا نہیں
کچھ نہیں چھوڑا حسد نے عقل اور سوچ اور بچار

قوم کی بدقسمتی اس سرکشی سے کھل گئی
یہ وہی ہوتا ہے جو تقدیر سے پایا قرار

قوم میں ایسے بھی پاتا ہوں جو ہیں دنیا کے کرم
مقصد انکی زیست کا ہے شہوت و خمر و قمار

مکر کے بل چل رہی ہے ان کی گاڑی روز و شب
نفس و شیطاں نے اٹھایا ہے انہیں جیسے کہار

دیں کے کاموں میں تو انکے لڑکھڑاتے ہیں قدم
لیک دنیا کیلئے ہیں نوجواں ہوشیار

حلت و حرمت کی کچھ پروا نہیں باقی رہی
ٹھونس کر مردار پیٹوں میں نہیں لیتے ڈکار

لافِ زہد و راستی اور پاپ لبیں پر بھرا
ہے زباں میں سب شرف اور نیچ دل جیسے

اے عزیزو کب تلک چل سکتی ہے کاغذ کی ناؤ
ایکدن ہے غرق ہونا با دو چشم اشکبار

جاودانی زندگی ہے موت کے اندر نہاں
گلشنِ دلبر کی رہ ہے وادیٔ غربت کی خار

اے خدا کمزور ہیں ہم اپنے ہاتھوں سے اٹھا
ناتواں ہم ہیں ہمارا خود اٹھا لے سارا بار

تیری عظمت کے کرشمے دیکھتا ہوں ہر گھڑی
تیری قدرت دیکھکر دیکھا جہاں کو مردہ وار

کام دکھلائے جو تو نے میری نصرت کیلئے
پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے ہر زماں وہ کاروبار

کسطرح تو نے سچائی کو مری ثابت کیا
ہیں ترے قرباں مری جاں تیرے کاموں کے نثار

ہے عجب اک خاصیت تیرے جمال و حسن میں
جس نے اک چمکار سے مجکو کیا دیوانہ وار

اے مرے پیارے ضلالت میں پڑی ہے میری قوم ‏ تیری قدرت سے نہیں کچھ دور گر پائیں سدھار

مجھکو کافر کہتے ہیں میں بھی انہیں مومن کہوں ‏ گر نہ ہو پرہیز کرنا جھوٹ سے دیں کا شعار

مجھ پہ اے واعظ نظر کی یار نے تجھ پہ نہ کی ‏ حیف اس ایماں پہ جس سے کفر بہتر لاکھ بار

روضۂ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب تلک ‏ میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ و بار

وہ خدا جس نے نبی کو تھا زرِ خالص دیا ‏ زیورِ دیں کو بناتا ہے وہ اب شکلِ سنار

وہ دکھاتا ہے کہ دیں میں کچھ نہیں اکراہ و جبر ‏ دیں تو خود کھینچے ہے دل مثلِ بتِ سیمیں عذار

پس یہی ہے رمز جو اُس نے کیا منع از جہاد ‏ تا اُٹھا دے دین کی رہ سے جو اُٹھا تھا اک غبار

تا دکھا دے منکروں کو دیں کی ذاتی خوبیاں ‏ جن سے ہوں شرمندہ جو اسلام پر کرتے ہیں وار

کہتے ہیں یورپ کے ناداں یہ نبی کامل نہیں ‏ وحشیوں میں دیں کو پھیلانا یہ کیا مشکل تھا کار

پر بنانا آدمی وحشی کو ہے اک معجزہ ‏ معنئ رازِ نبوت ہے اسی سے آشکار

نور لائے آسماں سے خود بھی وہ اک نور تھے ‏ قوم وحشی میں اگر پیدا ہوئے کیا جائے عار

روشنی میں مہرِ تاباں کی بھلا کیا فرق ہو ‏ گرچہ نکلے روم کی سرحد سے یا از زنگبار

اے مرے پیارو شکیبِ صبر کی عادت کرو ‏ وہ اگر پھیلائیں بدبو تم بنو مشکِ تتار

نفس کو مارو کہ اس جیسا کوئی دشمن نہیں ‏ چپکے چپکے کرتا ہے پیدا وہ سامانِ دمار

جس نے نفسِ دوں کو ہمت کرکے زیرِ پا کیا ‏ چیز کیا ہیں اُسکے آگے رستم و اسفندیار

گالیاں سنکر دعا دو پاکے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

تم نہ گھبراؤ اگر وہ گالیاں دیں ہر گھڑی
چھوڑ دو انکو کہ چھپوائیں وہ ایسے اشتہار

چپ رہو تم دیکھکر ان کے رسالوں میں ستم
دم نہ مارو گر وہ ماریں اور کر دیں حال زار

دیکھکر لوگوں کا جوش و غیظ مت کچھ غم کرو
شدتِ گرمی کا ہے محتاج بارانِ بہار

افترا اُن کی نگاہوں میں ہمارا کام ہے
یہ خیال اللہ اکبر کس قدر ہے نابکار

خیر خواہی میں جہاں کی خوں کیا ہم نے جگر
جنگ بھی تھی صلح کی نیت سے اور کیں سے فرار

پاکدل پر بدگمانی ہے یہ شقوت کا نشاں
اب تو آنکھیں بند ہیں دیکھینگے پھر انجام کار

جبکہ کہتے ہیں کہ کاذب پھولتے پھلتے نہیں
پھر مجھے کہتے ہیں کاذب دیکھکر میرے ثمار

کیا تمہاری آنکھ سب کچھ دیکھکر اندھی ہوئی
کچھ تو اس دن سے ڈرو یارو کہ ہے روز شمار

آنکھ رکھتے ہو ذرہ سوچو کہ یہ کیا راز ہے
کسطرح ممکن کہ وہ قدوس ہو کاذب کا یار

یہ کرم مجھ پر ہے کیوں کوئی تو اس میں بات ہے
بے سبب ہرگز نہیں یہ کاروبار کردگار

مجکو خود اس نے دیا ہے چشمۂ توحید پاک
تا لگاوے از سر نو باغ دیں میں لالہ زار

دوش پر میرے وہ چادر ہے کہ دی اُس یار نے
پھر اگر قدرت ہے اے منکر تو یہ چادر اُتار

خیرگی سے بدگمانی اسقدر اچھی نہیں
ان دنوں میں جبکہ ہے شور قیامت آشکار

ایک طوفاں ہے خدا کے قہر کا اب جوش پر
نوح کی کشتی میں جو بیٹھے وہی ہو رستگار

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
پشتی دیوار دیں اور حامی اسلام ہوں
جاہلوں میں اسقدر کیوں بدگمانی ہوگئی
کچھ تو سمجھیں بات کو یہ دل میں ارماں رہا
اے کہ ہر دم بدگمانی تیرا کاروبار ہے
میں اگر کاذب ہوں تو انکی دیکھو نگا سزا
اس تعصب پر نظر کرنا کہ میں اسلام پہ
میں وہ بانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پہ
ہائے وہ تقوی جو کہتے تھے کہاں مخفی ہوئی
کام جو دکھلائی اس خلاق نے میرے لئے
پلکیں روتے روتے دامن کر دیا تر رو رہے
ہائے یہ کیا ہو گیا عقلوں پہ کیا پتھر پڑے
یا کسی مخفی گنہ سے شامت اعمال ہے
گردنوں پر انکی ہے سب عام لوگوں کا گنہ
ایسے کچھ سوئے کہ پھر جاگے نہیں ہیں اب تلک

ہیں بلند نعرے ہر طرف میں عافیت ہوں کا حصار
نارسا ہے دست دشمن تا بطرق این جدار
کچھ برے آئے ہیں دن یا پڑ گئی لعنت کی مار
واہ رے شیطاں عجب انکو کیا اپنا شکار
دوسری قوت کہاں گم ہو گئی اے ہوشیار
پر اگر صادق ہوں پھر کیا عذر ہے بد روز شمار
ہوں خدا پھر بھی مجھے کہتے ہیں کافر بار بار
میں نہیں ہوں نور خدا جس سے ہوا دل آشکار
ساربان نفس دوں نے کسطرف پھیری مہار
کیا وہ کر سکتا ہے جو ہو مغوی شیطان کا یار
اب تلک تم میں وہی خشکی رہی یا حال زار
ہو گیا آنکھوں کے آگے انکی دن تاریک و تار
جس سے عقلیں ہو گئیں بیکار اور اک مردہ خوار
جنکے وعظوں سے جہاں کے آگیا دل میں غبار
ایسے پھر بھولے کہ پھر نسیاں ہوا گا اگر دن ہزار

نوعِ انساں میں بدی کا تخم بونا ظلم ہے ۔ وہ بدی آتی ہے اُس پر جو ہو اُسکا کاشتکار
چھوڑ کر فرقاں کو تا رہ مخالف پر چلے ۔ سر پہ مسلم اور بخاری کے دیا ناحق کا بار
جبکہ ہے امکانِ کذب و کجروی اخبار میں ۔ پھر حماقت ہے کہ رکھیں سب انہی پر انحصار
جبکہ ہمنے نورِ حق دیکھا ہے اپنی آنکھ سے ۔ جبکہ خود وحیِ خدا نے دی خبر یہ بار بار
پھر یقیں کو چھوڑ کر ہم کیوں گمانوں پر چلیں ۔ خود کہو ریت ہے بہتر یا نقل پر غبار
تفرقہ اسلام میں نقلوں کی کثرت سے ہوا ۔ جس سے ظاہر ہے کہ راہِ نقل ہے بے اعتبار
نقل کی تھی اک خطا کاری مسیحا کی حیات ۔ جس سے دیں نصرانیت کا ہو گیا خدمتگذار
صد ہزاراں آفتیں نازل ہوئیں اسلام پر ۔ ہو گئے شیطاں کے چیلے گردنِ دیں پر سوار
موتِ عیسیٰ کی شہادت دی خدا نے صاف صاف ۔ پھر احادیثِ مخالف رکھتی ہیں کیا اعتبار
گر گماں صحت کا ہو پھر قابلِ تاویل ہیں ۔ کیا حدیثوں کے لئے فرقاں پہ کر سکتے ہو وار
وہ خدا جس نے نشانوں سے مجھے تمغہ دیا ۔ اب بھی وہ تائیدِ فرقاں کر رہا ہے بار بار
سر کو پیٹو! آسماں سے اب کوئی آتا نہیں ۔ عمرِ دنیا سے بھی اب آ گیا ہے ہفتم ہزار
اس کے آنے تئیں دیں کا ہو گیا قصہ تمام ۔ کیا وہ تب آئیگا جب دیکھیگا اس دیں کا مزار
کشتیِ اسلام بے لطفِ خدا اب غرق ہے ۔ اے جنوں کچھ کام کر بیکار ہیں عقلوں کے وار
مجھکو دے اک فوقِ عادت اے خدا جوش و تپش ۔ جس سے ہو جاؤں میں غم میں دیں کے اک دیوانہ وار

وہ لگاوے آگ میرے دل میں ملت کیلئے
اے خدا تیرے لیئے ہر ذرہ ہو میرا فدا
خاکساری کو ہماری دیکھ اے دانائے راز
اک کرم کر پھیر دے لوگوں کو قرآں کی طرف
ایک قرآں ہے جو شک اور ریب سے وہ پاک ہے
پھر یہ نقلیں بھی اگر میری طرف سے پیش ہوں
باغ مرجھایا ہوا تھا گر گئے تھے سب ثمر
مرہم عیسےٰ نے دی تھی محض عیسیٰ کو شفا
جھانکتے تھے نور کو وہ روزن دیوار سے
وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
پر ہوئے دیں کے لئے یہ لوگ مار آستیں
غل مچاتے ہیں کہ یہ کافر ہے اور دجال ہے
گو وہ کافر کہکے ہم سے دور تر ہیں جا پڑے
ہم نے یہ مانا کہ انکے دل ہیں پتھر ہو گئے
کیسے ہی وہ سخت دل ہوں ہم نہیں ہیں ناامید

شعلے پہونچیں جسکے ہر دم آسماں تک بیشمار
مجکو دکھلا وے بہار دیں کہ ہوں میں اشکبار
کام تیرا کام ہے ہم ہو گئے اب بیقرار
نیز دے توفیق تا وہ کچھ کریں سوچ اور بچار
بعد اس کے ظن غالب کو ہیں کرتے اختیار
تنگ ہو جائے مخالف پر مجال کارزار
ہیں خدا کا فضل آیا پھر ہوئے پیدا ثمار
میری مرہم سے شفا پائیگا ہر ملک و دیار
لیک جب وہ کھل گئے پھر ہو گئے پُر شعار
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار
دشمنوں کو خوش کیا اور ہو گیا آزردہ یار
پاک کو ناپاک سمجھے ہو گئے مردار خوار
انکے غم میں ہم تو پھر بھی ہیں حزین و دلفگار
پھر بھی پتھر سے نکل سکتی ہے دینداری کی نار
آیت لا تیئسوا رکھتی ہے دل کو استوار

پیشہ ہے رونا ہمارا پیش ربِّ ذو المنن
جنمیں آیا ہے مسیحِ وقت وہ منکر ہوئے
میں نہیں کہتا کہ میری جان ہے سب پاک تر
میں نہیں رکھتا تھا اس دعویٰ سے اک ذرہ خبر
گر کہے کوئی کہ یہ منصب تھا شایانِ قریش
مجکو بس ہے وہ خدا عہدوں کی کچھ پروا نہیں
افترا لعنت ہے اور ہر مفتری ملعون ہے
تشنہ بیٹھے ہو کنارِ جوئے شیریں حیف ہے
ان نشانوں کو ذرہ سوچو کہ کس کے کام ہیں
مفت میں ملزم خدا کے مت بنو اے منکرو
یہ فتوحاتِ نمایاں یہ تواتر سے نشاں
ایسی سرعت سے یہ شہرت ناگہاں اوس کے بعد
کچھ تو سوچو ہوش کر کے کیا یہ معمولی ہے بات
مٹ گئے حیلے تمہارے ہو گئی حجت تمام
بندہ درگاہ ہوں اور بندگی سے کام ہے

یہ شجر آخر کبھی اس نہر سے لائیں گے بار
مر گئے تھے اس تمنا میں خواص ہر دیار
میں نہیں کہتا کہ یہ میرے عمل کے ہیں ثمار
کھول کر دیکھو براہین کو کہ تا ہو اعتبار
وہ خدا سے پوچھ لے میرا نہیں یہ کاروبار
ہو سکے تو خود بنو مہدی بحکم کردگار
پھر لعین وہ بھی ہے جو صادق کو کہتا ہے نقابہ
سرزمینِ ہند میں چلتی ہے نہر خوشگوار
کیا ضرورت ہے کہ دکھلاؤ غضب دیوانہ وار
یہ خدا کا ہے نہ ہے یہ مفتری کا کاروبار
کیا یہ ممکن ہے بشر سے کیا یہ مکاروں کا کار
کیا نہیں ثابت یہ کرتی صدقِ قولِ کردگار
جسکا چرچا کر رہا ہے ہر بشر اور ہر دیار
اب کہو کس پر ہوئی اے منکرو لعنت کی مار
کچھ نہیں ہے فتح سے مطلب دلمیں خوف کردگار

مت کرو دیکھ بھال بہت اُسکی تو نہ پر ہے نظر
کیسے پتھر پڑ گئے ہیں تمہاری عقل پر
ہر طرف پڑ رہے ہیں دینِ احمد پر تبر
کونسی آنکھیں ہیں جو اسکو دیکھکر روتی نہیں
کھا رہا ہی دیں طمانچے ہاتھ سے قوموں کے آج
یہ مصیبت کیا نہیں پہونچی خدا کے عرش تک
جنگ روحانی ہی اب اس خادمِ شیطان کا
ہر نبی وقت نے اس جنگ کی دی تھی خبر
اے خدا شیطان ہے مجکو فتح دے دشمن کیساتھ
جنگ یہ ہے بڑھکر ہی جنگ روس اور جاپان سے
دل نکل جاتا ہی تباہی سے یہ مشکل سوچکر
بسترِ راحت کہاں ان فکر کے ایام میں
لشکرِ شیطان کے نرغے میں جہاں ہی گھر گیا
نسل انسان سے مدد اب مانگنا بیکار ہے
کیوں کرینگے وہ مدد انکو مدد سے کیا غرض

دیکھتا ہی پاکئی دل کو نہ باتوں کی سنوار
دین ہے منہ میں گرگ کے تم گرگ کے خود پاسدار
کیا نہیں تم دیکھتے قوموں کو اور انکے وہ وار
کونسے دل ہیں جو اس غم سے نہیں ہیں بیقرار
اک تزلزل میں پڑا اسلام کا عالی منار
کیا یہ شمس الدین نہاں ہو جائیگا اب زیرِ غار
دل گھٹا جاتا ہی یارب سخت ہے یہ کارزار
کر گئے وہ سب دعائیں با دو چشم اشکبار
وہ اکٹھی کر رہا ہے اپنی فوجیں بیشمار
ہیں غریب اور ہی مقابل پہ حریفِ نامدار
اے مری جاں کی سپر فوجِ ملائک کو اتار
غم سے ہر دن ہو رہا ہے بدتر از شبہائے تار
بات مشکل ہو گئی قدرت دکھا اے میرے یار
اب ہماری ہی تری درگاہ میں یارب پکار
ہم تو کافر ہو چکے انکی نظر میں بار بار

پر مجھے رو رو کے آتا ہے تعجب قوم سے ۔ کیوں نہیں دیکھتے جو ہو رہا ہے آشکار
شکر بند میری بھی آہیں نہیں خالی گئیں ۔ کچھ نہیں طاعون کی صورت کچھ زلازل کے بخار
اکطرف طاعون خونی کھا رہا ہے ملک کو ۔ ہو رہی ہیں صد ہزاراں آدمی اسکا شکار
دوسرے منگل کیدن آیا تھا ایسا زلزلہ ۔ جس سے اک محشر کا عالم تھا بصد شور و پکار
ایک ہی دم میں ہزاروں اسجہاں سے چل دیئے ۔ جسقدر گھر گر گئے ان کا کروں کیونکر شمار
یا تو وہ عالی مکان تھے زینت و زیب جلوس ۔ یا ہوئے اک ڈھیر اینٹوں کے پُر از گرد و غبار
حشر جسکو کہتے ہیں اک دم میں برپا ہو گیا ۔ ہر طرف میں مرگ کی آواز تھی اور اضطرار
دب گئے نیچے پہاڑوں کے کئی دیہات و شہر ۔ مر گئے لاکھوں بشر اور ہو گئے دنیا سے پار
اس نشاں کو دیکھکر پھر بھی نہیں ہیں نرم دل ۔ پس خدا جانے کہ اب کس حشر کا ہے انتظار
وہ جو کہاتے تھے صوفی کیں میں سب سے بڑھ گئے ۔ کیا یہی عادت تھی شیخ غزنوی کی یادگار
کہتے ہیں لوگوں کو ہم بھی زندۃ الابرار ہیں ۔ پڑتی ہے ہم پر بھی کچھ وحی خدا کی پھوار
پر وہی نافہم ملہم اول الاعدا ہوئے ۔ آگیا چرخ بریں سے انکو تکفیروں کا تار
سب نشاں بیکار انکے بغض سے آگے ہوئے ۔ ہو گیا تیر تعصب انکے دل میں وار پار
دیکھتے ہرگز نہیں قدرت کو اس ستار کی ۔ گو سنادیں انکو وہ اپنی بجاتے ہیں ستار
صوفیا اب ہیچ ہے تیری طرح تیری تراہ ۔ آسماں سے آگئی میری شہادت بار بار

قدرتِ حق ہے کہ تم بھی میرے دشمن ہو گئے
یا محبت کے وہ دن تھے یا ہُوا ایسا نفار

وہ ہوئی دلسے وہ سارے صحبتِ دیریں ہمگ
پھول بنکر ایک مدت تک ہوئے آخر کو خار

جسقدر نقد تعارف تھا وہ کھو بیٹھے تمام
آہ کیا یہ دل میں گذرا ہوں میں اس سے دلفگار

آسماں پر شور ہے پر کچھ نہیں ہمکو خبر
دن تو روشن تھا مگر ہے بڑھ گئی گرد و غبار

اک نشاں ہے آنیوالا آج سے کچھ دنکے بعد
جس سے گردش کھائینگے دیہات و شہر اور مرغزار

آئیگا قہرِ خدا سے خلق پر اک انقلاب
اک برہنہ سے نہ یہ ہوگا کہ تا باندھے ازار

یک بیک اک زلزلہ سے سخت جنبش کھائینگے
کیا بشر اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحار

اک جھپک میں یہ زمیں ہو جائیگی زیر و زبر
نالیاں خوں کی چلینگی جیسے آبِ رودبار

رات جو رکھتے تھے پوشاکیں برنگِ یاسمن
صبح کر دیگی انہیں مثلِ درختانِ چنار

ہوش اُڑ جائینگے انسان کے پرندوں کے حواس
بھولینگے نغموں کو اپنے سب کبوتر اور ہزار

ہر مسافر پر وہ ساعت سخت ہے اور وہ گھڑی
راہ کو بھولینگے ہو کر مست و بیخود راہوار

خون سے مردوں کے کوہستان کے آبِ رواں
سرخ ہو جائینگے جیسے ہو شرابِ انجبار

مضمحل ہو جائینگے اس خوف سے سب جن و انس
زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحالِ زار

اک نمونہ قہر کا ہوگا وہ ربانی نشاں
آسماں حملے کریگا کھینچ کر اپنی کٹار

ہاں نہ کر جلدی سے انکار اے سفیہِ ناشناس
اس پہ ہے میری سچائی کا سبھی دارومدار

وحی حق کی بات ہی ہو کر رہیگی بے خطا — کچھ دنوں کر صبر ہو کر متقی اور بردبار
یہ گماں مت کر کہ یہ سب بدگمانی ہے معاف — قرض ہے واپس ملیگا تجکو یہ سارا ادھار

قادیاں کے آریہ اور ہم

اسلام سے نہ بھاگو! راہ ہدیٰ یہی ہے — اے سونیوالو جاگو! شمس الضحیٰ یہی ہے
مجھکو قسم خدا کی جس نے ہمیں بنایا — اب آسمان کے نیچے دین خدا یہی ہے
وہ دلستاں نہاں ہے کس رہ سے اسکو دیکھیں — ان مشکلوں کا یارو مشکلکشا یہی ہے
باطن سیہ ہیں جنکے اس دیں سے ہیں وہ منکر — پر اے اندھیرے والو! دلکا دیا یہی ہے
دنیا کی سب دکانیں ہیں ہم نے دیکھی بھالیں — آخر ہوا یہ ثابت دارالشفا یہی ہے
سب خشک ہو گئے ہیں جتنے تھے باغ پہلے — ہر طرف میں نے دیکھا بستاں ہرا یہی ہے
دنیا میں اسکا ثانی کوئی نہیں ہے شربت — پی لو تم اسکو یارو آب بقا یہی ہے
اسلام کی سچائی ثابت ہے جیسے سورج — پر دیکھتے نہیں ہیں دشمن بلا یہی ہے
جب کھل گئی سچائی پھر اس کو مان لینا — نیکوں کی ہے یہ خصلت راہ حیا یہی ہے
جو ہو سفید لینا جو بد ہو اس سے بچنا — عقل و خرد یہی ہے فہم و ذکا یہی ہے
ملتی ہے بادشاہی اس دیں سے آسمانی — اے طالبان دولت ظل ہما یہی ہے

سب دین ہیں اک فسانہ شرکوں کا آشیانہ
ہو سو نشاں دکھا کر لاتا ہے وہ بلا کر
کرتا ہی معجزوں سے وہ یار دیں کو تازہ
یہ سب نشاں ہیں جن سے دیں اب تلک ہے زندہ
کس کام کا وہ دیں ہی جسمیں نشاں نہیں ہے
افسوس آریوں پر جو ہو گئے ہیں شپیر
معلوم کر کے سب کچھ محروم ہو گئے ہیں
اک ہیں جو پاک تر ہے اک ہیں وہ لوگ گندے
ان آریوں کا پیشہ ہر دم ہے بد زبانی
پاکوں کو پاک فطرت دیتے نہیں ہیں گالی
افسوس سبّ و توہیں سب کا ہوا ہی پیشہ
آخر یہ آدمی تھے پھر کیوں ہوئے درندے
جس آریہ کو دیکھیں تہذیب سے ہے عاری
لیکھو کی بدزبانی کار وہ ہوئی تھی اُس پر
اپنے کئے کا ثمرہ لیکھو نے کیا پایا

اسکا جو ہے یگانہ چہرہ نما یہی ہے
مجکو جو اس نے بھیجا بس مدعا یہی ہے
اسلام کے چمن کی باد صبا یہی ہے
اے گرنے والو دوڑو دیں کا عصا یہی ہے
دیں کی مرے پیارو زریں قبا یہی ہے
وہ دیکھتے ہیں سنکر ظلم و جفا یہی ہے
کیا ان نیوگیوں کا ذہن رسا یہی ہے
جیتینگے صادق آخر حق کا مزا یہی ہے
ویدوں میں آریوں نے شاید پڑھا یہی ہے
پر ان بیہدلوں کا شیوہ سدا یہی ہے
کس کو کہوں کہ نہیں ہرزہ درا یہی ہے
کیا جانوں ان کی بگڑی یا خود قضا یہی ہے
کس کس کا نام لیویں ہر سو وبا یہی ہے
پھر بھی نہیں سمجھتے حمق و خطا یہی ہے
آخر خدا کے گھر میں بد کی سزا یہی ہے

نبیوں کی ہتک کرنا اور گالیاں بھی دینا ۔۔۔ کہنوں سا کھونا نہ تخم فنا ہی ہے

میٹھے بھی ہو کے آخر نشتر ہیں چلاتی ۔۔۔ ان تیرہ باطنوں کے دلمیں دغا ہی ہے

رعایا بھی اگرچہ دیویں انکو بطور احساں ۔۔۔ عادت ہے انکی کفران رنج و عنا ہی ہے

ہندو کچھ ہیں بگڑے دل پر ہیں بغض و کینہ ۔۔۔ ہر بات میں ہے توہیں طرز ادا ہی ہے

جاں بھی ہے اپنے قرباں گر دل سے ہو وے صافی ۔۔۔ پس ایسے بدکنوں کا تجکو گلا ہی ہے

احوال کیا کہوں میں اس غم سے اپنے دلکا ۔۔۔ گویا کہ ان غمونکا جہاں سرا ہی ہے

سیتے ہی جنم اپنا دشمن ہوا یہ فرقہ ۔۔۔ آخر کی کیا امید ہیں جب ابتدا ہی ہے

دل پھٹ گیا ہمارا تحقیر سُنتے سُنتے ۔۔۔ غم تو بہت ہیں دل پہ جاں گزا ہی ہے

دنیا میں گرچہ ہوگی صد قسم کی بُرائی ۔۔۔ پاکوں کی ہتک کرنا سب سے برا ہی ہے

غفلت پہ غافلوں کے روتی ہے ہیں سیلی ۔۔۔ پر اس زماں میں لوگو نوحہ بپا ہی ہے

ہم بد نہیں ہیں کہتے انکے مقدسوں کو ۔۔۔ تعلیم میں ہمارے علم خدا ہی ہے

ہمکو نہیں سکھاتا وہ پاک بدزبانی ۔۔۔ تقویٰ کی جڑ یہی ہے صدق و صفا ہی ہے

پر انکے دیں میں گالی بھی ہے عبادت ۔۔۔ کہتے ہیں سبکو جھوٹے کیا اتقا ہی ہے

جتنے نبی تھے آئے موسیٰ ہو یا کہ عیسیٰ ۔۔۔ مکار ہیں وہ سارے ان کی ندا ہی ہے

اک وید ہے جو سچا باقی کتابیں ساری ۔۔۔ جھوٹی ہیں اور جعلی اک بنا ہی ہے

یہ ہے خیال ان کا پربت بنایا تنکا
پر گیا نہیں جب ان کا فہم و ذکا یہی ہے

کنبر اجو دب رہا ہے گوبر کی تہ کے نیچے
اس کے گماں میں اسکا رضی وسیا یہی ہے

ویدوں کا سب خلاصہ ہم نے نیوگ پایا
ان پنڈتوں کی رو سے کارج بھلا یہی ہے

جس استری کو لڑکا پیدا نہ ہو پیا سے
ویدوں کی رو سے اسپر واجب ہوا یہی ہے

جب ہے یہی اشارہ پھر اس سے کیا ہی چارہ
جبتک نہ ہوویں گیارہ لڑکے روا یہی ہے

ایشر کے گن عجب ہیں ویدوں میں اے عزیزو
اسمیں نہیں مروت ہمنے سنا یہی ہے

دیکر نجات مکتی پھر چھینتا ہے سب سے
کیسا ہے وہ دیالو جسکی عطا یہی ہے

ایشر بنا ہے منہ سے خالق نہیں کسیکا
روحیں ہیں سب انادی پھر کیوں خدا یہی ہے

روحیں اگر نہ ہوتیں ایشر سے کچھ نہ بنتا
اسکی حکومتوں کی ساری بنا یہی ہے

ان کا ہی منہ ہے تکتا ہر کام میں جو چاہے
گویا وہ بادشاہ ہیں انکا گدا یہی ہے

القصہ آریوں کے ویدوں کا یہ خدا ہے
ان کا ہے جسنے یکیہ وہ بےنوا یہی ہے

اے آریو کہو اب ایشر کے ہیں یہی گن
جسپر ہو ناز کرتے بولو وہ کیا یہی ہے

ویدوں کو شرم کر کے تم نے بہت چھپایا
آخر کو راز بستہ اس کا کھلا یہی ہے

قدرت نہیں ہے جسمیں خلق کا ہی ایشر
کیا دین حق کے آگے زور آزما یہی ہے

کچھ کم نہیں بتوں سے ہندوؤں کا ایشر
سچ پوچھئے تو واللہ بت دوسرا یہی ہے

ہمنے نہیں بنائیں یہ اپنے دلسے باتیں
فطرت ہر ایک بشر کی کرتی ہے اس سے نفرت
یہ حکم وید کے ہیں جن کا لکھا ہے یہ نمونہ
خوش خوش عمل ہیں کرتے اوباش سارے ہیں پھر
پھر کسطرح وہ مانیں تعلیم پاک فرماں
جب ہو گئے ہیں ملزم اترے ہیں گالی دینے پر
رکتے نہیں ہیں ظالم گالی سے یکدم بھی
کہنے کو وید والے پر دل ہیں سب کے کالے
فطرت کے ہیں درندے مردار ہیں زندے
دین خدا کے آگے کچھ بن نہ آئی آخر
شرم و حیا نہیں ہے آنکھوں میں انکے ہرگز
ہم نے ہے جسکو مانا قادر ہے وہ توانا
ان سے دو چار ہونا عزت ہے اپنی کھونا
پس اے مرے پیارو عقبیٰ کو مت بسارو
میں ہوں ستم رسیدہ ان سے جو ہیں رسیدہ

ویدوں سے اے عزیزو ہمکو ملا یہی ہے
پھر آریوں کے دل میں کینہ و مکر بسا یہی ہے
ویدوں سے آریوں کو حاصل ہوا یہی ہے
سارے نیوگیوں کا اک آسرا یہی ہے
انکے تو دل کا رہبر او معتقد یہی ہے
ہاتھوں میں جاہلوں کے سنگ جفا یہی ہے
انکا تو شغل و پیشہ صبح و مسا یہی ہے
پردہ اٹھا کے دیکھو انمیں بھرا یہی ہے
ہر دم زباں کے گندے قہر خدا یہی ہے
سب گالیوں پہ اترے انمیں اٹھا یہی ہے
وہ بڑھ چکے ہیں حد سے اب انتہا یہی ہے
ہم نے ہی کچھ دیکھا ناٹک رچا یہی ہے
ان سے ملاپ کرنا رہا یہی ہے
اس دین کو پاؤ پیارو بدر الدجیٰ یہی ہے
شاہد ہے آب دیدہ واقف بڑا یہی ہے

میں دل کی کیا سناؤں کسکو یہ غم بتاؤں
دکھ درد کے ہیں جھگڑے مجھ پر بلا یہی ہے

دیں کے غموں نے مارا اب دل ہے پارہ پارہ
دلبر کا ہے سہارا ورنہ فنا یہی ہے

ہم مر چکے ہیں غم سے کیا پوچھتے ہو ہم سے
اس یار کی نظر میں شرط وفا یہی ہے

برباد جائینگے ہم گر وہ نہ پائیں گے ہم
رونے سے لائینگے ہم دلمیں رچا یہی ہے

وہ دن گئے کہ راتیں کٹتی تھیں کرکے باتیں
اب موت کی ہیں گھاتیں غم کی کتھا یہی ہے

جلد آ پیارے ساقی اب کچھ نہیں ہے باقی
دے شربت تلاقی حرص و ہوا یہی ہے

شکر خدائے رحمان جسنے دیا ہے قرآن
غنچے تھے سارے پہلے اب گل کھلا یہی ہے

کیا وصف اسکے کہنا ہر حرف اسکا گہنا
دلبر بہت ہیں دیکھے دل لے گیا یہی ہے

دیکھی ہیں سب کتابیں مجمل ہیں جیسے خوابیں
خالی ہیں انکی قابیں خوان ہدیٰ یہی ہے

اس نے خدا ملایا وہ یار اس سے پایا
راتیں تھیں جتنی گذریں اب دن چڑھا یہی ہے

اس نے نشان دکھائے طالب سبھی اٹھائے
سوتے ہوئے جگائے بس حق نما یہی ہے

پہلے صحیفے سارے لوگوں نے جب بگاڑے
دنیا سے وہ سدھارے نوشہ نیا یہی ہے

کہتے ہیں حسن یوسف دلکش بہت تھا لیکن
خوبی و دلبری میں سب سے سوا یہی ہے

یوسف تو سن چکے ہو اک چاہ میں گرا تھا
یہ چاہ سے نکالے جسکی صدا یہی ہے

اسلام کے محاسن کیونکر بیاں کروں میں
سب خشک باغ دیکھے پھولا پھلا یہی ہے

ہر جا زمیں کے ٹکڑے دیں ہو گئی ہیں دشمن
تھم جاتے ہیں کچھ آنسو یہ دیکھکر کہ مسعود
سب مشرکوں کے سر پہ ہے دیں ایک خنجر
کیسے ہو گئے ہیں اُسکے دشمن یہ سارے گمرہ
دین غار میں چھپا ہوا اک شور کفر کا ہے
وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے
پہلے تو رہیں پیارے پاداش میں ہیں و نار
پردے جتنے ہٹائے اندر کی رہ دکھائے
وہ یار لامکانی - وہ دلبر نہانی
وہ آج شاہ دیں ہے وہ تاج مرسلیں ہے
حق سے جو حکم آئے اُس نے وہ کر دکھائے
آنکھ اُسکی دوربیں ہے دل یار سے قریں ہے
جو راز دیں تھے بھارے اُس نے بتائے سارے

اسلام پر خدا سے آج ابتلا یہی ہے
اس غم سے صادقوں کا آہ و بکا یہی ہے
یہ شرک سب چھوڑا دی انکو ادا یہی ہے
وہ رہنما ہے راز چون و چرا یہی ہے
اب تم دعائیں کرلو غار حرا یہی ہے
نام اُسکا ہے محمدؐ دلبر میرا یہی ہے
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے
اُس پر ہر اک نظر ہے بدر الدجیٰ یہی ہے
میں جاؤں اُسکے وارے اک ناخدا یہی ہے
دل یار سے ملائے وہ آشنا یہی ہے
دیکھا ہے ہم نے اُس سے بس رہنما یہی ہے
وہ طیب امیں ہے اُسکی ثنا یہی ہے
جو راز تھے بتائے نعم العطا یہی ہے
ہاتھوں میں شمع دیں ہے عین الضیا یہی ہے
دولت کا دینے والا فرمان روا یہی ہے

اس نور پر فدا ہوں اسکا ہی میں ہوا ہوں
وہ دلبر یگانہ علموں کا ہے خزانہ
سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
ہم تھے دلوں کے اندھے سو سو دلوں میں پھندے
اے میرے رب رحماں تیرے ہی ہیں یہ احسان
اے میرے یار جانی خود کر تو مہربانی
دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
جلد آ میرے سہارے غم کے ہیں بوجھ بھارے
کہتے ہیں جوش الفت یکساں نہیں ہے رہتا
ہم خاک میں ملے ہیں شاید ملے وہ دلبر
دنیا میں عشق تیرا باقی ہے سب اندھیرا
مشت غبار اپنا تیرے لئے اڑایا
دلبر کا درد آیا حرف خودی مٹایا
اس عشق میں مصائب سو سو ہیں ہر قدم میں
حرف وفا نہ چھوڑوں اس عہد کو نہ توڑوں

وہ ہی میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے
پھر کھولی جس نے جندی وہ مجتبیٰ یہی ہے
مشکل ہو تجھ سے آساں ہر دم رجا یہی ہے
وہ نہ بلائے دنیا اک اژدہا یہی ہے
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے
منہ مت چھپا پیارے میری دوا یہی ہے
دلبر میرے پیارے ہر دم گھٹا یہی ہے
جیتا ہوں اس ہوس سے میری غذا یہی ہے
معشوق ہے تو میرا عشق صفا یہی ہے
جب سے سنا کہ شرط مہر و وفا یہی ہے
جب میں مرا جلایا جام بقا یہی ہے
پر کیا کروں کہ اس نے مجھکو دیا یہی ہے
اس دلبر ازل نے مجھکو کہا یہی ہے

جب سے ملا وہ دلبر دشمن ہیں میرے گھر گھر — دل ہو گئے ہیں پتھر قدر و قضا یہی ہے

مجھکو ہیں وہ ڈراتے پھر پھر کے در پہ آتے — تیغ و تبر دکھاتے ہر سو ہوا یہی ہے

دلبر کی رہ میں یہ دل ڈرتا نہیں کسی سے — ہشیار ساری دنیا اک باولا یہی ہے

اس رہ میں اپنے قصے ہمکو ہیں کیا سناتے — دیکھو وہ دکھ کے ہیں جھگڑے سب ماجرا یہی ہے

دل کرکے پارہ پارہ چاہوں ہیں اک نظارہ — دیوانہ مت کہو ہم عقل رسا یہی ہے

اے میرے یار جانی کر خود ہی مہربانی — مت کہہ کہ لن ترانی تجھ سے رجا یہی ہے

فرقت بھی کیا بنی ہے ہر دم میں جاں کنی ہے — عاشق جہاں پہ مرتے وہ کربلا یہی ہے

تجھ میں وفا ہے پیارے سچے ہیں عہد سارے — ہم جا پڑے کنارے جائے بکا یہی ہے

ہم نے نہ عہد پالا یاری میں رخنہ ڈالا — پر تو ہے فضل والا ہم پہ کھلا یہی ہے

اے میرے دل کے درماں ہجراں ہے تیرا سوزاں — کہتے ہیں جسکو دوزخ وہ جاں گزا یہی ہے

الدیں کی آفتوں کا غم کھا گیا ہے مجھکو — سینہ پہ دشمنوں کے پتھر پڑا یہی ہے

کیونکر تبہ وہ ہووے کیونکر فنا وہ ہووے — ظالم جو حق کا دشمن وہ سوچتا یہی ہے

ایسا زمانہ آیا جس نے غضب ہے ڈھایا — جو پیستی ہے دیں کو وہ آسیا یہی ہے

شادابی و لطافت اس دیں کی کیا کہوں میں — سب خشک ہو گئے ہیں پھولا پھلا یہی ہے

✻ تیری وفا ہے پوری ہم میں ہے عیب دوری — طاقت بھی ہے ادھوری ہم پر بلا یہی ہے

آنکھیں ہر ایک دیں کی بے نور ہم نے پائیں
سرمہ ہے معرفت کے اک سرمہ سا یہی ہے

لعل یمن بھی دیکھے دُرِّ عدن بھی دیکھے
سب جوہروں کو دیکھا دل میں جچا یہی ہے

انکار کرکے اس سے پچھتاؤ گے بہت تم
بنتا ہے جس سے سونا وہ کیمیا یہی ہے

پر آریوں کی آنکھیں اندھی ہوئی ہیں ایسی
وہ گالیوں پہ اترے دل میں پڑا یہی ہے

بدتر ہر ایک بد سے وہ ہے جو بدزباں ہے
جس دل میں یہ نجاست بیت الخلا یہی ہے

گو ہیں بہت درندے انساں کی پوستیں میں
پاکوں کا خون پیوے وہ بھیڑیا یہی ہے

کس دیں پہ ناز انکو جو وید کے ہیں حامی
مذہب جو پھل سے خالی وہ کھوکھلا یہی ہے

اے آریہ تو کیا ہے کیوں دل بگڑ گیا ہے
ان شوخیوں کو چھوڑو راہ حیا یہی ہے

مجھکو ہو کیوں ستاتے سو افترا بناتے
بہتر تھا باز آتے دور از بلا یہی ہے

جسکی دعا سے آخر لیکھو مرا تھا کٹ کر
ماتم پڑا تھا گھر گھر وہ میرزا یہی ہے

اچھا نہیں ستانا پاکوں کا دل دکھانا
گستاخ ہوتے جانا اسکی جزا یہی ہے

اس دین کی شان و شوکت یا رب مجھے دکھادے
سب جھوٹے دین مٹا دے میری دعا یہی ہے

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق
اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۵

الٰہی بخش کے کینے تھے یہ تیر
کہ آخر ہو گیا ان کا وہ نخچیر

اُسی پر اسکی لعنت کی پڑی مار
کوئی ہمکو تو سمجھاوے یہ اسرار

تکبر سے نہیں ملتا وہ دلدار
ملے جو خاک سے اسکو ملے یار

کوئی اس پاک سے جو دل لگاوے
کرے پاک آپکو تب اسکو پاوے

پسند آتی ہے اسکو خاکساری
تذلل ہے رہِ درگاہِ باری

عجب ناداں ہے وہ مغرور گمراہ
کہ اپنے نفس کو چھوڑا ہے بیراہ

بدی پر غیر کی ہر دم نظر ہے
مگر اپنی بدی سے بے خبر ہے

تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۹

کیا تضرع اور توبہ سے نہیں ٹلتا عذاب
کس کی یہ تعلیم ہے دکھلاؤ تم مجکو شتاب

اے عزیزو اس قدر کیوں ہو گئے تم بے خطا
کلمہ گو ہو کچھ تو لازم ہے تمہیں خوفِ خدا

قادیاں کے آریہ اور ہم

آریوں پر ہے صد ہزار افسوس
دل میں آتا ہے بار بار افسوس

ہو گئے حق کے سخت نافرمان
کر دیا دیں کو قوم پہ قربان

وہ نشان جنکی روشنی سے جہاں
ہو کے بیدار ہو گیا لرزاں

اُن نشانوں سے ہیں یہ انکاری
پر کہاں تک چلیگی طراری

انکے باطن میں اک اندھیرا ہے
کبر و نخوت نے آکے گھیرا ہے

لڑ رہے ہیں خدائے یکتا سے
باز آتے نہیں ہیں غوغا سے

قوم کے خوف سے وہ مرتے ہیں
سو نشاں دیکھیں کب وہ ڈرتے ہیں

موت لیکھو بڑی کرامت ہے
پر سمجھتے نہیں یہ شامت ہے

میرے مالک تو ان کو خود سمجھا
آسماں سے پھر اک نشاں دکھلا (آمین)

تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵

نشان کو دیکھکر انکار کب تک پیش جائیگا
ارے اک اور جھوٹوں پر قیامت آنیوالی ہے

یہ کیا عادت ہے کیوں سچی گواہی کو چھپاتا ہے
تری اک روز اے گستاخ شامت آنیوالی ہے

تری مکاریوں سے اے جاہل مرا نقصان نہیں ہرگز
کہ یہ جاں آگ میں پڑکر سلامت آنیوالی ہے

اگر تیرا بھی کچھ دیں ہے بدل دے جو میں کہتا ہوں
کہ عزت مجھکو اور تجھ پر ملامت آنیوالی ہے

بہت بڑہ بڑہ کی باتیں کی ہیں تونے در چھپایا حق	مگر یہ یاد رکھ اک دن قیامت آنیوالی ہے
خدا رسوا کریگا تم کو ہیں عزارہ پاؤں گا	سنو اے منکر اب یہ کرامت آنیوالی ہے
خدا ظاہر کریگا اک نشان پر رعب و پرہیبت	دلو نہیں اس ان نشاں ہے استقامت آنیوالی ہے
خدا کے پاک بندے دوسرے ہوتے ہیں غالب	مری خاطر خدا سے یہ علامت آنیوالی ہے

نقل لوح مزار مبارک

جگر کا ٹکڑا مبارک احمد جو پاک شکل اور پاک خو تھا

وہ آج ہم سے جدا ہوا ہے ہمارے دل کو حزیں بنا کر

کہا کہ آئی ہے نیند مجھکو یہی تھا آخر کا قول لیکن

کچھ ایسے سوئے کہ پھر نہ جاگے تھکے بھی ہم پھر جگا جگا کر

برس تھے آٹھ اور کچھ مہینے کہ جب خدا نے اسے بلایا

بلانیوالا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

اشعار

کیسے کافر ہیں مانتے ہی نہیں
ہم نے سو سو طرح سے ہی سمجھایا

اس غرض سے کہ زندہ یہ ہو دیں
ہم نے مرنا بھی دل میں ٹھہرایا

بھر گیا باغ ابتو پھولوں سے
آؤ بلبل چلیں کہ وقت آیا

غزل حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

وہ دیکھتا ہے غیروں سے کیوں دل لگاتے ہو
جو کچھ بتوں میں پاتے ہو اس میں وہ کیا نہیں

سورج پہ غور کر کے نہ پائی وہ روشنی
جب چاند کو بھی دیکھا تو اس یار سا نہیں

واحد ہے لاشریک ہے اور لازوال ہے
سب موت کا شکار ہیں اسکو فنا نہیں

سب خیر ہے اسی میں کہ اس سے لگاؤ دل
ڈھونڈو اسیکو یارو بتوں میں وفا نہیں

اس جائے پر عذاب سے کیوں دل لگاتے ہیں
دوزخ ہے یہ مقام یہ بستاں سرا نہیں

مفصلہ ذیل کتب دفتر اخبار بدر سے ملسکتی ہیں

براہین احمدیہ (ہر چہار جلد) چودھویں صدی کے اولوالعزم مسیح موعود
کی سب سے پہلی تصنیف جس کو لیکر وہ آفتاب رسالت افق وحی پر نور افزائے
دیدہ تحقیق ہؤا اس میں اسلام کی صداقت براہین قاطع و حجج ساطعہ
سے کیگئی۔ دلائل توڑنیوالے کے لیئے دس ہزار انعام مقرر ہے۔ اور
ساتھ ہی حضرت مسیح موعود کی سوانح شامل کئے گئے ہیں جو علیحدہ
کہیں نہیں ملسکتے۔ ڈمی کاغذ خوشخط ۶۰۰ صفحہ کے قریب حجم۔ قیمت
بجائے صر کے صرف عار جلد منگوانی چاہیئے۔ تھوڑی باقی رہگئی ہیں۔

کفارہ: محقق السنۂ عبرانی و کلدانی حضرت مفتی محمد صادق صاحب
ایڈیٹر بدر کی تصنیف جس میں نئی طرز پر کفارہ کی دلائل عقلیہ و نقلیہ سے
تردید کی گئی ہے۔ یہ ایک لیکچر ہے۔ جو لاہور میں بڑی کامیابی کیساتھ دیا
گیا تھا۔ مسئلہ کفارہ کو اس میں بیخ و بن سے اکھاڑ دیا گیا ہے قیمت ۳ر

سنت احمدیہ: مؤلفہ حضرت قاضی اکمل صاحب آف گولیکے۔ فقہ
احمدیہ کی بے نظیر کتاب ہے۔ نماز روزہ زکوٰۃ نکاح طلاق کے مسائل جن

کیساتھ قرآن وحدیث سے دلائل دئے گئے ہیں حضرت امیر المومنین
نے ریویو لکھا کہ یہ رسالہ مجھو ہر پہلو سے پسند ہے قیمت ۴ر

ظہور المسیح:۔ مؤلفہ قاضی اکمل صاحب۔ حضرت عیسیٰ کی وفات
کا ثبوت۔ تمام مخالف کتابوں کا جواب آیت استخلاف کی عجیب تفسیر
حضرت مولوی عبد الکریم رضی اللہ نے لکھا کہ میں اسکو پڑھکر اپنی طبعیت
کے تواجد وتراقص کو ضبط نہیں کرسکتا۔ اصل قیمت ۸ر رعایتی ۴ر

معیار الصادقین:۔ راستبازوں کی پہچان کے اصول قرآن مجید
سے بچھے مسیح کی وفات اور مسیح موعود کے دعاوی کا ثبوت آجکل
کے زمانہ کی طرز پر مدلل مختصر کتاب۔ قیمت ۳ر

شہادت الفرقان:۔ مصنفہ قاضی اکمل صاحب۔ مولوی ابرہیم
سیالکوٹی کے شہادت القرآن حصہ اول کا دندان شکن جواب قیمت ۱۲

مجموعہ فتاوی احمدیہ:۔ حضرت مسیح موعود نے اپنی حیات میں جو
فتوی دئے۔ وہ سب اسمیں جمع ہیں۔ تین حصے قیمت اصلی ۱؎
رعایتی عہ ر

عصمت انبیاء: تمام انبیاء کی عصمت کو قرآن مجید سے ثابت کیا
مضمون مصنفہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

گیا۔ اور مخالفین کے اعتراضوں کے جواب دیئے گئے قیمت ۱۰ رعایتی ۷ ر

غلامی:۔ مضمون مصنفہ حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے اسلام میں غلامی کے متعلق تمام اعتراضوں کے جواب اور فیصلہ کن بحث اصل قیمت ۵ ر رعایتی ۳ ر

سر الشہادتین:۔ سورہ یٰسین سے نہایت لطیف طرز میں فاضل زمن مولانا محمد احسن سلمہ ذو المنن نے حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف کی شہادت کی پیشگوئی ثابت کی قیمت ا ر

القول الصحیح:۔ میاں ہدایت اللہ صاحب شاعر پنجابی کی اردو نظم جسمیں مسیح موعود کے دعاوی کا ثبوت ہے قیمت ا ر

سیپارہ کے نوٹ:۔ یہ نوٹ حضرت مولٰنا امیر المومنین کے روزانہ درس قرآن مجید سے جمع کئے گئے ہیں قیمت ۴ ر

الاستخلاف:۔ مصنفہ قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل آف گولیکی۔ شیعہ کے تمام عقاید فاسدہ کا رد قرآنی آیات سے نہایت مدلل پیرائے میں قیمت ۳ ر

چشمہ مسیحی: حضرت اقدس کی تصنیف عیسائیوں کے خلاف جو صرف بدرین ہو سکتی ہے۔ قیمت ۳ر

مخالفین اسلام کے اعتراضوں کے دندان شکن تسلّی بخش جواب۔ ضرورت زمانہ ۵ر

نظم مستورات: مستورات کے لئے ہیں ۰ر

احمدی کا من " ۳ر

مورکہ پنجابی نظم ار

معیار حق سچے مذہب کی شناخت ۰ر

عیسائی مذہب۔ عیسائیوں کا رد اور مسیح کا صلیب سے بچ کر کشمیر آنا ۰ر

اسلام کی پہلی کتاب۔ حضرت اقدس کے دعاوی اور انپر اعتراضوں کے مدلل جواب ۴ر

نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم۔ یہ کہ ہر حال رنج و راحت عسر اور یسر اور نعمت و بلا میں اللہ تعالے کے ساتھ وفاداری کریگا۔ بہر حالت راضی بقضا ہوگا اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے پر اس سے منہ نہ پھیرے گا۔ بلکہ قدم آگے بڑھائیگا۔

ششم۔ یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آ جائیگا۔ اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے اوپر قبول کریگا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنی ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دیگا۔

ہفتم۔ یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دیگا۔ اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی سے زندگی بسر کریگا۔

ہشتم۔ یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھیگا۔

نہم۔ یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہیگا

اور جہانتک بس چل سکتا ہے۔ خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہونچائیگا۔

دہم۔ یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوۃ محض بہ اقرار اطاعت در معروف باندھکر اس پر تا وقت مرگ قائم رہے گا۔ اور اس عقد اخوۃ میں ایسا اعلےٰ درجہ کا ہوگا۔ کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور ناطوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

بدر
قادیان کا اکیلا ہفتہ وار اخبار
معہ ضمیمہ
بلا ضمیمہ پیشگی دو روپیہ